اَحسنُ الغنائِمِ فِی اَحکامِ الرُّقی وَالتَّمائِم

معروف

دم اور تعویذ کی شرعی حیثیت

مُفتی رضاءُ الحق اشرفی

ناشر

Affiliated with:
AS SYED MAHMOOD ASHRAF
DARUL TEHQEEQ WA AL TASNEEF
السید محمود اشرف دارُالتحقیق والتصنیف

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

أحسن الغنائم في أحكام الرقى والتمائم

معروف

دم اور تعویذ کی شرعی حیثیت

مفتی رضاء الحق اشرفی

ناشر

اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئی ملحقہ السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف

جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف ضلع امبیڈکر نگر یوپی

نام کتاب : اَحسَنُ الغَنَائِمِ فِی اَحکَامِ الرُّقیٰ وَالتَّمَائِمِ

معروف : دَم اور تعویذ کی شرعی حیثیت

مصنف : مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی

کمپوزنگ : معصوم رضا، غلام مرسلین، شاہکار و دیگر طلبۂ فاضل دوم

تزئین کار : مولانا جابر حسین مصباحی (استاذ جامع اشرف کچھوچھہ شریف)

سن اشاعت : بموقع عرس مخدومی 2018ء

تعداد : 1100

صفحات : 136

قیمت : -/110

ناشر : اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئی۔

ملنے کے پتے

☆ السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ۔ 8423443475

☆ اہل سنت ریسرچ سینٹر جوگیشوری ممبئی۔ 9987517752

☆ اہل سنت ریسرچ سینٹر شاخ ناسک سیٹی۔ 9623766618

☆ اہل سنت ریسرچ سینٹر شاخ مالیگاؤں۔ 9890345463

☆ اہل سنت ریسرچ سینٹر شاخ پونے۔ 09890986728

☆ مکتبہ فیضان اشرف خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ۔ 9451619386

☆ الاشرف اکیڈمی دہلی۔ 9891105516

☆ الاشرف اکیڈمی راج محل صاحب گنج جھارکھنڈ۔ 8869998234

فہرست مضامین

عرض ناشر

اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئی ملحقہ السید محمود اشرف دارالتحقیق جامع اشرف کچھوچھہ شریف کے زیر اہتمام ہر سال اہل سنت و جماعت کے عقائد، مسائل و معمولات سے متعلق مفید، معلوماتی، تحقیقی کتابیں اردو، ہندی، انگریزی زبانوں میں شائع کی جاتی ہیں۔

یہ کتاب ''دَم اور تعویذ کی شرعی حیثیت'' اُسی سلسلہء اشاعت کی ایک کڑی ہے۔ کتابوں کی اشاعت کے علاوہ سینٹر کی طرف سے عوام الناس کے لئے ہفتہ واری اور ماہانہ دینی دروس، اجتماعات اور تربیتی پروگرام بھی ہوتے ہیں۔ باذوق حضرات کے لئے حالاتِ حاضرہ کے مطابق مختلف عنوانات پر ورکشاپ اور لکچرز کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ ویب سائٹ، واٹس ایپ، فیس بک اور یوٹیوب آڈیو، ویڈیو کلپس کے ذریعہ نوجوان نسلوں کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اور اُن کے شبہات وسوالات کے جوابات دئے جاتے ہیں۔

الحمد للہ سینٹر نے مختصر سے وقت میں دینی، علمی واصلاحی خدمات کے ذریعہ اپنی ایک شناخت بنالی ہے۔ روز بروز اُس کی خدمات اور پروگرام میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ بلاشبہ سینٹر کی ساری سرگرمیاں بانی سینٹر قائد ملت مولانا الشاہ سید محمود اشرف اشرفی جیلانی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف) کی محکم قیادت میں جاری وساری ہیں۔

مسلمانانِ اہلِ سنت سے گزارش ہے کہ سینٹر کی مطبوعات کو عام کرنے اور اُس کے جملہ پروگرام کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن تعاون کر کے اپنی دینی وملی ذمہ داری کو نبھائیں اور دارین کی سعادت حاصل کریں۔ اپنے احباب کو سینٹر سے منسلک کریں اور لوگوں میں اِس کا تعارف کرائیں۔۔۔ والسلام

اراکینِ (ARC) اہل سنت ریسرچ سینٹر

ممبئی وشاخ پونہ، ناسک، مالیگاؤں (مہاراشٹر)

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

پہلے اِسے پڑھئے!

زمانۂ جاہلیت میں لوگ شرکیہ کلمات سے جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے اور مشرکانہ عقیدے کے ساتھ تعویذ گنڈے لٹکایا کرتے تھے۔ وہ تعویذ گنڈے کو مؤثر حقیقی تصور کرتے تھے، حالاں کہ یہ تصور شرک ہے۔ جب اسلام آیا تو رسول اللہ ﷺ نے جاہلیت کی جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے (تمائم) سے امت کو شدت کے ساتھ منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے تمیمہ (جاہلیت کے تعویذ) لٹکانے کو شرک قرار دیا۔ لیکن اُس جھاڑ پھونک کی اجازت دی جس میں شرک و کفر والے یا حرام کلمات نہیں تھے۔ بلکہ آپ نے برکت و شفا حاصل کرنے کے لئے صحابہ کو قرآنی آیات، سورتیں اور دعائیں پڑھ کر دم کرنے کا حکم دیا اور خود بھی دم فرمایا۔ قرآنی آیات، کلمات، مسنون دعاؤں پر مشتمل تعویذات کو لکھ کر گلوں میں لٹکانے اور پلانے سے رسول اللہ ﷺ نے منع نہیں فرمایا تو بعض صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنھم) اور تابعین و ائمہ مجتہدین و محدثین نے اُس کو جائز قرار دیا۔

بعض اہل علم نے اُس کو ممنوع قرار دیا ہے لیکن کسی نے ایسے تعویذات کو شرک نہیں کہا اور جائز کہنے والے علماء مجتہدین و محدثین اور اسلافِ امت کو مرتکبِ شرک اور فاسق و فاجر بھی نہیں کہا ہے۔ صرف فرقۂ وہابیہ سلفیہ جو خود کو اہل حدیث کہتا ہے، اُس کے متشدد مولویوں نے قرآنی تعویذ کو شرک و بدعت کہہ کر اُن تمام ائمہ مجتہدین، تابعین اور صحابہ کو فاسق و فاجر بلکہ مشرک ٹھہرایا ہے جو اُس کو جائز کہنے والے ہیں۔ متشددین نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ جس چیز کو وہ شرک و بدعت کہہ رہے ہیں، اُس کو جائز کہنے والوں میں شیخ ابن تیمیہ، شیخ ابن القیم اور اہل حدیث کے دوسرے مقتدر و مستند علما بھی ہیں۔ لہذا اُن کے شرک کے دلدل میں خود انھیں کے علما پھنسے ہوئے ہیں۔ اِس کتاب میں اُسی مسئلے کی تحقیق و تفصیل مذکور ہے۔

ایک طرف قرآنی تعویذ کے جواز کے بہانے کاروباری باباؤں اور دنیا دار مولویوں

اور سفلی عاملوں نے جھاڑ پھونک وتعویذ کے نام پر سفلی وشیطانی عمل اور غدر ودھوکہ کا سلسلہ جاری کر دیا ہے۔ جھوٹ، مکاری، فریب سے لوگوں کا مال لوٹ رہے ہیں۔ مسلمانوں کو توہم پرستی کا شکار بناتے ہیں۔ خود اپنا دین وایمان برباد کرتے ہیں اور دوسروں کے دین ودنیا کو بھی خطرے میں ڈالتے ہیں۔ دوسری طرف ایک گروہ قرآنی تعویذ کو بھی ہر حال میں شرک وبدعت کہتے ہوئے اُن تمام اسلافِ امت کو مرتکب شرک وبدعت کہنے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتا جو اُس کے جواز کے قائل ہیں۔

ایسے افراط وتفریط کے ماحول میں ضروری تھا کہ تعویذ ودم کی شرعی حیثیت سے لوگوں کو واقف کرایا جائے۔ صحیح کو صحیح، غلط کو غلط لکھا جائے، تا کہ تعویذ کو مطلقاً شرک وحرام کہنے والوں اور تعویذ ودم کرنے والے تمام علماء ومشائخ کو نظرِ حقارت سے دیکھنے والوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو۔ ساتھ ہی اُن باباؤں اور عاملوں کی شرعی حیثیت بھی لوگوں کی نظر میں آجائے جو تعویذ گنڈوں کے نام پر حصولِ دنیا کے لئے شرعی حدود کو توڑتے ہیں اور دھوکہ، جھوٹ، جادوٹونا اور سفلی عمل کے ذریعہ جہنم کی آگ سے اپنے پیٹ کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو تمام محرمات سے محفوظ رکھے۔

اصلاحِ مفاسد کی یہ ادنیٰ کوشش ''دَم اور تعویذ کی شرعی حیثیت'' کتاب کی شکل میں قارئین کے سامنے حاضر ہے۔ اِس میں دم وتعویذ کی حرمت وحلت دونوں پہلوؤں کو دلائل سے واضح کیا گیا ہے اور تعویذ کو مطلقاً شرک وحرام کہنے والوں کے شبہات کے جوابات بھی دئے گئے ہیں۔ مولا کریم اِس کتاب کو مسلمانوں کے حق میں مفید ونافع اور راقم کے لئے کفارۂ سیئات بنائے۔ آمین یا ارحم الرّٰحمین

رضاء الحق اشرفی راج محلی

السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف
جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف ضلع امبیڈکر نگر (یوپی)
۲۱ ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ، بمطابق ۳، اگست ۲۰۱۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن میں روحانی وجسمانی امراض کی شفا ہے

سورۃ الاسراء آیت ۸۲ میں ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرآنِ مَاھُوَ شِفَاءٌ۔
اس میں شک نہیں کہ قرآن تمام روحانی بیماریوں سے شفا دینے والا ہے۔ یہ انسان کو کفر وشرک، بدعت وضلالت اور تمام فکری وعملی برائیوں، بے حیائیوں اور گندگیوں سے پاک کرنے والا ہے۔ جس دل میں قرآن ہے اُس کے اندر کوئی روحانی بیماری داخل نہیں ہو سکتی، اور اِس میں بھی کوئی شک نہیں کہ قرآن کی تلاوت کا ثواب بھی بندے کو آخرت میں نصیب ہوگا، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا تلاوتِ قرآن کی برکت، اُس کا فائدہ بندے کو دنیا میں بھی حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ قرآن میں روحانی بیماریوں سے شفا ہے، لیکن جسمانی بیماریوں سے بھی شفا ہے یا نہیں؟ قرآن کی آیات وکلمات پڑھ کر کسی مریض کو دم کرنا یا کسی پاک چیز پر لکھ کر مریض کو پلانا یا تعویذ بنا کر گلے میں لٹکانا جائز ہے یا نہیں؟

سورۃُ الاسراء کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسرینِ کرام نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اُس سے اور احادیث وآثار کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں جسمانی امراض سے بھی شفا ہے اور اس کے ذریعہ دم اور تعویذ کرنا جائز ہے۔

ذیل میں کچھ کُتبِ تفسیر کے حوالے ذکر کیے جاتے ہیں:

کتبِ تفاسیر سے دم اور تعویذ کا ثبوت

☆ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی [وفات: ۳۷۳ھ] نے تحریر فرمایا ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرآنِ مَا هُوَ شِفاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤمِنِينَ، أَیْ بَيانٌ مِّن الْعَمیٰ، وَيُقَالُ :شِفَاءٌ لِّلْبَدَنِ، إِذَا قُرِءَ عَلَى الْمَرِيْضِ يَبْرَأُ، أو يُهَوَّنُ عَلَيْهِ.

ترجمہ: قرآن شفا ہے، کا معنی یہ ہے کہ گمرہی کے اندھے پن سے شفا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بدن کے لیے بھی شفا ہے۔ جب مریض پر پڑھ کر دم کیا جاتا ہے تو وہ شفا پاتا ہے یا آسانی ہوتی ہے۔ (بحر العلوم ج ۲۔ ۳۲۶)

☆ ابو الحسن علی الماوردی [وفات: ۴۵۰ھ] تحریر فرماتے ہیں:

يَحْتَمِلُ ثلَاثَةَ أَوْجُهٍ :أَحدُهَا :شِفَاءٌ مِّنَ الضَّلَالِ ,لِمَا فِيهِ مِنَ الْهُدَى. اَلثَّانِي :شِفَاءٌ مِّنَ السَّقَمِ ,لِمَا فِيهِ مِنَ الْبرَكَةِ .اَلثَّالِثُ :شِفَاءٌ مِّنَ الْفَرَائِضِ وَالْأَحْكَامِ ,لِمَا فِيهِ مِنَ الْبَيَانِ.

ترجمہ: یہاں آیت کے تین معانی ہو سکتے ہیں۔ (۱) قرآن گمرہی سے شفا ہے، کیوں کہ اُس میں ہدایت ہے (۲) جسمانی بیماری سے شفا ہے، کیوں کہ اُس میں برکت ہے۔ (۳) فرائض واحکام سے متعلق شفا ہے، یعنی اُس میں اُن کا بیان ہے۔ (النکت والعیون ج ۳۔ ۲۶۸)

☆ ابو الحسن علی بن احمد الواحدی [وفات: ۴۶۸ھ] لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْمُرَادُ مِنَ الشِّفَاءِ هُوَ الشِّفَاءُ مِنَ الْجَهْلِ بِالْعِلْمِ، وَمِنَ الضَّلَالَةِ بِالْهُدَى، وَمِنَ الشَّكِّ بِالْيَقِينِ، وَقِيلَ :الْمُرَادُ مِنَ الشِّفَاءِ هُوَ الشِّفَاءُ مِنَ الْمَرَضِ بِالتَّبَرُّكِ بِهِ

ترجمہ: شفا سے مراد علم کے ذریعہ جہل سے شفا، ہدایت کے ذریعہ ضلالت سے شفا، یقین کے ذریعہ شک سے شفا ہے اور کہا گیا ہے کہ قرآن سے برکت حاصل کر کے جسمانی مرض سے شفا حاصل کرنا مراد ہے۔ (تفسیر السمعانی ج ۳۔ ص ۲۷۲)

☆ ابو محمد عبد الحق ابن عطیہ اُندلسی [وفات: ۵۴۲ھ] تحریر کرتے ہیں:

وَيَحْتَمِلُ أَنْ يُرَادَ بِالشِّفَاءِ نَفْعُهُ مِنَ الْأَمْرَاضِ بِالرُّقٰى وَالتَّعوِيذِ وَنَحْوِهٖ.

ترجمہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شفا سے مراد یہ ہو کہ قرآن دم اور تعویذ وغیرہ کے ذریعہ امراض سے شفا دینے والا ہے

☆ ابو الفرج ابن الجوزی [وفات: ۵۹۷ھ] نے تحریر فرمایا ہے:

:أَحدُهَا :شِفَاءٌ مِّنَ الضَّلَالِ ,لِمَا فِيهِ مِنَ الْهُدَى .اَلثَّانِي :شِفَاءٌ مِّنَ السَّقَمِ ,لِمَا فِيهِ مِنَ الْبَرَكَةِ .اَلثَّالِثُ :شِفَاءٌ مِّنَ الْبَيَانِ لِلْفَرَائِضِ وَالْأَحْكَامِ.

ترجمہ: قرآن کے شفا ہونے میں تین اقوال ہیں۔اول: قرآن گمرہی سے شفا دینے والا ہے، کیوں کہ اُس میں ہدایت ہے۔دوم: جسمانی بیماری سے شفا دینے والا ہے، کیوں کہ اُس میں برکت ہے۔سوم: اُس میں شفا ہے، کا معنی یہ ہے کہ اُس میں فرائض واحکام کا بیان ہے۔

☆محمد بن عمر فخر الدین الرازی [وفات:۶۰۶ھ] تحریر فرماتے ہیں:

وَأَمَّا كَوْنُهُ شِفَاءً مِنَ الْأَمْرَاضِ الْجِسْمَانِيَّةِ فَلِأَنَّ التَّبَرُّكَ بِقِرَاءَتِهِ يَدْفَعُ كَثِيرًا مِنَ الْأَمْرَاضِ .وَلَمَّا اعْتَرَفَ الْجُمْهُورُ مِنَ الْفَلَاسِفَةِ وَأَصْحَابِ الطِّلَسْمَاتِ بِأَنَّ لِقِرَاءَةِ الرُّقَى الْمَجْهُولَةِ وَالْعَزَائِمِ الَّتِي لَا يُفْهَمُ مِنْهَا شَيْءٌ آثَارًا عَظِيمَةً فِي تَحْصِيلِ الْمَنَافِعِ وَدَفْعِ الْمَفَاسِدِ، فَلَأَنْ تَكُونَ قِرَاءَةُ هَذَا الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ الْمُشْتَمِلِ عَلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَكِبْرِيَائِهِ وَتَعْظِيمِ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَتَحْقِيرِ الْمَرَدَةِ وَالشَّيَاطِينِ سَبَبًا لِحُصُولِ النَّفْعِ فِي الدِّينِ وَالدُّنْيَا كَانَ أَوْلَى۔

ترجمہ: قرآن جسمانی بیماریوں سے شفا دینے والا ہے، کیوں کہ تلاوت قرآن کی برکت سے بہت سی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔جمہور فلاسفہ اور اربابِ طلسمات کو اِس بات کا اعتراف ہے کہ جھاڑ پھونک اور دم کے وہ کلمات جن کے معانی سمجھ میں نہیں آتے، اُن کے بڑے بڑے آثار نظر آتے ہیں، اُن سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور بہت سے مفاسد دور ہوتے ہیں تو قرآن عظیم جس میں اللہ تعالی اور اُس کی کبریائی کا ذکر ہے، ملائکہ مقربین کی عظمت کا بیان ہے، سرکش شیاطین کی حقارت کا ذکر ہے، اُس کی تلاوت دینی ودنیوی نفع کا بڑا سبب کیوں نہ ہوگا۔(تفسیر الرازی ۲۱۔۳۸۹)

☆ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی متوفی ۶۷۱ھ نے تحریر فرمایا ہے:

شِفَاءٌ مِنَ الْأَمْرَاضِ الظَّاهِرَةِ بِالرُّقَى وَالتَّعَوُّذِ وَنَحْوِهِ.

ترجمہ: قرآن جسمانی امراض سے شفا دینے والا ہے، جھاڑ پھونک اور تعویذ وغیرہ کے ذریعہ۔ (تفسیر القرطبی ۱۰۔۳۱۵)

اُس کے بعد قرطبی نے اِس کی دلیل میں اُس حدیث کو پیش کیا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ کسی گاؤں کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا تھا تو ایک صحابی نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اُس پر دم کیا تھا تو اُسے شفا مل گئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اُن کے اِس عمل کو درست قرار دیا تھا۔

☆ علامہ شہاب الدین احمد الخفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نے یہ لکھا ہے کہ آیاتِ شفا (جن میں شفا کا لفظ ہے) چھ ہیں: (۱) **وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤمِنِیْنَ** (۲) **شِفَاءٌ لِمَا فِی الصُّدُوْرِ** (۳) **فِیْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ** (۴) **وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤمِنِیْنَ** (۵) **وَاِذَامَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ** (۶) **قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا هُدًی وَّشِفَاءٌ**.

امام سبکی نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے آیاتِ شفا کے دم کی تاثیر کا بارہا تجربہ کیا ہے۔ امام قشیری سے منقول ہے کہ اُن کا کوئی لڑکا بیمار ہو گیا اور اُس کی زندگی سے مایوسی ہونے لگی۔ خواب میں انھیں رب تعالیٰ کی جانب سے یہ القاء ہوا کہ آیاتِ شفا کو پڑھ کر اُس پر دم کرو اور کسی برتن پہ لکھ کر دھو کر پلا دو۔ امام قشیری نے ویسا ہی کیا تو لڑکے کو شفا مل گئی۔ اُس کے بعد علامہ شہاب نے یہ لکھا ہے کہ اطباء کو بھی اِس بات کا اعتراف ہے کہ جھاڑ پھونک اور دم میں بھی تاثیر ہوتی ہے اور روحانی طاقت سے بہت سے امراض سے شفا مل جاتی ہے۔ (حاشیۃ الشہاب علیٰ تفسیر البیضاوی ۶۔۵۵)

☆ امام ابوزید عبدالرحمٰن الثعالبی متوفی ۸۷۵ھ نے یہ لکھا ہے:

شِفَاءٌ اَیْضًا مِنَ الْاَمْرَاضِ بِالرُّقٰی وَالتَّعْوِیْذِ وَنَحْوِهٖ۔

ترجمہ: قرآن جسمانی امراض سے بھی شفا ہے، جب اُس سے جھاڑ پھونک اور تعویذ کیا جائے (تفسیر الثعالبی ۳۔۴۹۴)

☆ امام ابوالقاسم محمد بن احمد الجزی متوفی ۷۴۱ھ نے یہ لکھا ہے:

وَیَحْتَمِلُ اَنْ یُرِیْدَ نَفْعَهُ مِنَ الْاَمْرَاضِ بِالرُّقٰی بِهٖ وَالتَّعْوِیْذِ۔

ترجمہ: یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن امراض سے شفا دیتا ہے، جب کہ اس سے جھاڑ پھونک اور تعویذ کیا جائے (تفسیر ابن جزی ۱۔۴۵۳)

☆ ابو حفص سراج الدین عمر الدمشقی متوفی ۷۷۵ھ نے یہ تحریر فرمایا ہے:

وَاَمَّا کَوْنُہُ شِفَاءً مِّنَ الْاَمْرَاضِ الجِسْمَانِیَّةِ فَلِاَنَّ التَّبَرُّکَ بِقِرَاَتِہٖ یَدْفَعُ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَمْرَاضِ وَیُؤَیِّدُہُ مَارُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہُ قَالَ مَنْ لَمْ یَسْتَشْفِ بِالْقُرْآنِ فَلا شَفَاہُ اللّٰہُ۔

ترجمہ: قرآن جسمانی امراض سے شفا یوں ہے کہ اُس کی تلاوت کی برکت سے بہت سے امراض دور ہوتے ہیں۔ اِس کی تائید رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ہوتی ہے کہ جس نے قرآن سے شفا حاصل نہیں کی اُسے اللہ شفا نہ دے۔ (اللباب فی علوم الکتاب ۱۲۔۳۶۹)

☆ امام شمس الدین شربینی شافعی متوفی ۹۷۷ھ نے یہ لکھا ہے:

مِنْہُ مَایَشْفِی مِنَ الْمَرَضِ وَھٰذَا قَدْ وُجِدَ بِدَلِیْلِ رُقْیَةِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ سَیِّدَ الْحَیِّ الَّذِیْ لُدِغَ، بِالْفَاتِحَةِ فَشُفِیَ مِنَ الْمَرَضِ فَیَکُوْنُ التَّبْعِیْضُ بِالنِّسْبَةِ لِلْاَمْرَاضِ الْجِسْمَانِیَّةِ وَاِلَّا فَھُوَ کُلُّہُ شِفَاءٌ لِلْاَبْدَانِ وَالْقُلُوْبِ مِنَ الْاِعْتِقَادِ وَغَیْرِھَا.

ترجمہ: قرآن کے بعض حصے میں جسمانی امراض سے شفا ہے، اِس کے ثبوت پر بعض صحابہ کی جھاڑ پھونک کا ایک واقعہ دلیل ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک قبیلے کے سردار کو بچھو (یا سانپ) نے ڈس لیا تھا اور کسی صحابی نے اُس پر سورہ فاتحہ کو پڑھ کو دم کیا تھا تو شفا مل گئی تھی۔ اِس لحاظ سے بعضِ قرآن کے شفا ہونے کا معنی یہ ہے کہ جسمانی امراض سے شفا ہے ورنہ پورا قرآن جسم اور دلوں کو بد اعتقادی وغیرہ سے پاک کرنے والا اور شفا دینے والا ہے (السراج المنیر ۲۔۳۳۱)

☆ امام ابو الحسن علی نیشاپوری شافعی متوفی ۴۶۸ھ نے یہ لکھا ہے:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: یُرِیْدُ شِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ عَلَی ھٰذَا مَعْنَاہُ اَنْ یُتَبَرَّکَ بِہٖ

فَيَدْفَعُ اللّٰهُ بِهٖ كَثِيْرًا مِّنَ الْمَكَارِهِ وَالْمَضَارِّ وَيُؤَكِّدُ هٰذَا مَارُوِيَ عَنِ النبي ﷺ قَالَ: مَنْ لَمْ يَسْتَشْفِ بِالْقُرْآنِ فَلَا شَفَاهُ اللّٰهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: مراد یہ ہے کہ قرآن ہر مرض سے شفا ہے۔ اِس لحاظ سے اُس کا معنی یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کی برکت سے اللہ بہت سی مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور فرماتا ہے، اِس معنی کی تائید میں حضور ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ جس نے قرآن سے شفا حاصل نہیں کی (انکار کیا) اُسے اللہ شفا نہ دے (التفسیر الوسیط ۳۔۱۲۳)

☆ امام محمود بن ابوالحسن نیشاپوری متوفی ۵۵۰ھ نے یہ لکھا ہے:

وَاَنَّهُ يُتَبَرَّكُ بِهٖ فَيُدْفَعُ بِهِ الْمَضَارُّ وَالْمَكَارِهُ وَاَنَّ تِلَاوَتَهُ الصَّلَاحُ الدَّاعِيْ اِلٰى كُلِّ صَلَاحٍ.

ترجمہ: قرآن حصول برکت کا سبب ہے، اُس سے مصیبتیں اور تکلیفیں دور ہوتی ہیں۔ اور اُس کی صحیح تلاوت سے ہر طرح کی اصلاح حاصل ہوتی ہے۔ (ایجاز القرآن عن معانی القرآن ۲۔۵۸۰)

مذکورہ بالا ایک درجن کتبِ تفاسیر کے حوالوں سے معلوم ہوا کہ قرآن روحانی بیماریوں کے ساتھ جسمانی بیماریوں سے بھی شفا دینے والا ہے۔ تجربہ بھی شاہد ہے کہ قرآنی آیات اور کلمات سے دم کرنے اور اُن کو لکھ کر مریض کو پلانے سے بہت سے ایسے امراض سے شفا مل جاتی ہے جن کے علاج سے طبیب اور ڈاکٹر عاجز ہوتے ہیں۔

دم (جھاڑ پھونک) کا ثبوت احادیثِ کریمہ سے

زمانہء جاہلیت میں عموماً جھاڑ پھونک کا عمل کفر و شرک کے کلمات پر مشتمل ہوتا تھا، اِسی لئے رسول اللہ ﷺ نے قبلِ ہجرت اُس سے منع فرمادیا تھا۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد جب معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ایسے کلمات سے جھاڑ پھونک کرتے ہیں جن میں کوئی شرعی خرابی نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اُس کی اجازت دے دی، جیسا کہ شرحِ بخاری ابنِ بطال میں ہے:

بَلَغَنِی عَنْ رِجَالٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰه ﷺ نَهٰی عَنِ الرُّقٰی حَتّٰی قَدِمَ الْمَدِينَةَ، وَكَانَ الرُّقٰی فِی ذٰلِکَ الزَّمَانِ فِيهَا كَثِيرٌ مِن كَلَامِ الشِّرْكِ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ لُدِغَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ قَدْ كَانَ آلُ حَزْمٍ يَرْقُونَ مِنَ الْحُمَّةِ، فَلَمَّا نَهَيْتَ عَنِ الرُّقٰی تَرَكُوهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَام اُدْعُوا إِلَىَّ عُمَارَةَ وَكَانَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَ: اِعْرِضْ عَلَیَّ رُقْيَتَکَ فَعَرَضَهَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرَ بِهَا بَأْسًا، وَأَذِنَ لَهُ فِيهَا.

ترجمہ: ابن وھب نے یونس بن یزید سے، انھوں نے ابن شہاب سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا: مجھے اہل علم کی ایک جماعت سے یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جھاڑ پھونک سے منع فرمایا تھا، اُسی حال میں آپ مدینہ تشریف لائے۔ اُس زمانے میں جھاڑ پھونک میں زیادہ تر شرکیہ کلام ہوتا تھا۔ مدینہ آنے کے بعد ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص کو بچھو نے ڈنک مار دیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! آلِ حزم کے لوگ پہلے جھاڑ پھونک کے ذریعہ بچھو کا زہر اتارتے تھے، جب سے آپ نے منع فرماہے انھوں نے جھاڑ پھونک کرنا چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمارہ کو میرے پاس لاؤ۔ یہ بدری صحابی تھے۔ جب عمارہ آئے تو حضور نے فرمایا: کس طرح جھاڑ پھونک کرتے ہو، بتاؤ؟ حضرت عمارہ نے جھاڑ پھونک کے کلمات بتائے تو آپ نے اُس میں کوئی شرعی خرابی نہیں پائی، لہذا اُس کی اجازت دے دی۔ (شرح ابن بطال ۹۔۴۳۲)

اِس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث میں جھاڑ پھونک کرنے سے روکا گیا ہے، اُن میں وہ جھاڑ پھونک مراد ہے جس میں شرعی خرابی ہو، مثلاً اُس میں شرکیہ کلمات ہوں۔ جس جھاڑ پھونک میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو اُس کے جائز ہونے پر سینکڑوں احادیث ہیں۔ ذیل میں کچھ احادیث طیبہ پیش کی جاتی ہیں:

حدیث:

صحیح مسلم میں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم زمانۂ

جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے۔ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اِس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: تم جھاڑ پھونک کے کلمات میرے سامنے پیش کرو۔اگر اُس میں شرک کفر و کے کلمات نہیں تو کوئی حرج نہیں (صحیح مسلم۴۔۱۲۲۷باب لا باس بالرقی مالم یکن فیہ شرک)

حدیث:

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِن کلمات کو پڑھ کر مریض پر دم کیا کرتے تھے: **اِمُسَحِ البَاسَ رَبَّ النَّاسِ، بِیَدِکَ الشِّفَـاءُ، لاَ کَـاشِفَ لَـهُ إِلَّا أَنْتَ** (اے لوگوں کا رب! تیرے دستِ قدرت میں شفا ہے، تیرے سوا کوئی مرض کو دور کرنے والا نہیں (صحیح بخاری ۷۔۱۳۳باب رقیۃ النبی ﷺ، صحیح مسلم۴۔۱۷۲۲باب استحباب رقیۃ المریض)

حدیث:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حضرت عبدالرحمٰن ابن السائب سے روایت ہے کہ انھیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے بھتیجے میں تمہیں بتاوں کہ رسول اللہ ﷺ مریض پر کیا پڑھ کر دم کرتے تھے؟ میں نے کہا ہاں ضرور بیان کیجئے،تو حضرت میمونہ نے فرمایا کہ اِن کلمات کو پڑھ کر دم کیا کرتے تھے:

بِـاسْمِ اللهِ أَرْقِیکَ، وَاللهُ یَشْفِیکَ مِنْ کُلِّ دَاءٍ فِیکَ، أَذْهِبِ الْبُأْسَ، رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ وَأَنْتَ الشَّافِی، لَا شَافِیَ إِلَّا أَنْتَ۔

ترجمہ: اللہ کے نام سے میں تجھ پر دم کرتا ہوں، اللہ ہی تجھے ہر بیماری سے شفا دے گا۔اے پروردگار عالم! تو بیماری کو دور کردے اور شفا عطا فرما۔تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں (السنن الکبری للنسائی ۹۔۳۷۵باب رقیۃ رسول اللہ ﷺ)

حدیث:

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نظر، بخار اور نملہ (ایک خاص قسم کی پھنسی جس میں جلن ہوتی ہے) میں دم کرکے

علاج کرنے کی رخصت دی ہے (صحیح مسلم ۴۔۱۷۲۵ باب استحباب الرقیة من العین و النملة)

فائدہ: حدیث مذکور کے تحت امام بغوی نے یہ لکھا ہے:

وَلَمْ يُرِدْ بِهِ نَفْيَ جَوَازِ الرُّقْيَةِ فِي غَيْرِهِمَا، بَلْ تَجُوزُ الرُّقْيَةُ بِذِكْرِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِي جَمِيعِ الْأَوْجَاعِ وَمَعْنَى الْحَدِيثِ: لَا رُقْيَةَ أَوْلَى وَأَنْفَعُ مِنْهُمَا.

ترجمہ: اِس سے یہ مراد نہیں کہ نظر، بخار کے سوا دوسرے امراض میں جھاڑ پھونک کرنا جائز نہیں، بلکہ تمام بیماریوں میں ذکرُ اللہ کے ذریعہ دم کرنا جائز ہے۔ حدیثِ مذکور کا معنی یہ ہے کہ نظر اور بخار میں دم کرنا زیادہ نفع بخش ہے۔ (شرح السنۃ ۱۲۔۱۶۲ باب مارخص فیہ من الرقی)

حدیث:

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کچھ اصحاب ایک سفر میں تھے۔ اُن کا گزر عرب کے کسی قبیلے کے پاس سے ہوا۔ انھوں نے قبیلے والوں کا مہمان بننا چاہا لیکن قبیلہ کے لوگوں نے مہمان بنانے سے انکار کیا۔ اُسی دوران قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا تو انھوں نے درخواست کی کہ آپ لوگوں میں کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہو تو جھاڑ پھونک کر دے۔ صحابہ کی جماعت کے ایک شخص نے کہا: میں جھاڑ پھونک جانتا ہوں، لیکن تم نے ہماری مہمان نوازی سے انکار کیا ہے لہذا جھاڑ پھونک کرنے پر ہم تم سے اجرت لیں گے۔ چناں چہ اُس پر بطورِ اجرت بکریوں کا ایک ریوڑ طے ہوا۔ اُس صحابی نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اُس پر اپنا لعاب دہن لگایا تو وہ شفایاب ہو گیا اور متعینہ اجرت میں بکریوں کا ریوڑ لے لیا۔ صحابہ نے بکریوں کا ریوڑ لینے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ جب تک ہم رسول اللہ ﷺ سے دریافت نہیں کریں گے بکریاں نہیں لیں گے۔ جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یہ اجرت اُن کے لیے جائز ہے یا نہیں تو آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: تم کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ (ناجائز منتر

ہے؟) پھر آپ نے فرمایا: بکریاں لو اور اُس میں میرا بھی حصہ رکھو۔ (صحیح البخاری ۷۔۱۳۱ باب الرقی بفاتحۃ الکتاب، صحیح مسلم ۴۔۱۷۲۷ باب جواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ)

حدیث:

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں کُریب کِندی کی روایت نقل کی ہے کہ علی بن حسین میرا ہاتھ پکڑ کر قریش کے ایک شیخ ابن ابی حثمہ کے پاس لے گئے۔ وہ ایک ستون کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو علی بن حسین نے اُن سے کہا: مجھے جھاڑ پھونک کے بارے میں وہ حدیث سنایئے جس کو آپ سے آپ کی ماں نے بیان کیا ہے۔ شیخ نے کہا: مجھ سے میری ماں نے بیان کیا کہ وہ دورِ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتی تھیں۔ جب دورِ اسلام آیا تو انہوں نے کہا کہ میں جھاڑ پھونک نہیں کروں گی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے لوں۔ میری ماں نے کہا کہ میں اجازت لینے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس میں شرک نہ ہو وہ جھاڑ پھونک کیا کرو (المعجم الکبیر ۲۴۔۳۱۶ حدیث: ۷۹۶)

حدیث:

سنن ابن ماجہ میں بسند صحیح حضرت عبید بن رِفاعہ زُرَقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! جعفر کے بیٹوں کو نظر لگتی ہے تو کیا میں نظر اتارنے کے لئے جھاڑ پھونک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاسکتی تھی تو نظر سبقت لے جاتی۔ (سنن ابن ماجہ ۲۔۱۱۶۰ باب العین، حدیث: ۳۵۱۰)

حدیث:

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ :لَدَغَتْ رَجُلًا مِنَّا عَقْرَبٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .فَقَالَ رَجُلٌ :يَا رَسُولَ اللهِ أَأَرْقِيهِ فَقَالَ :مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی آدمی کو نبی کریم ﷺ کے

پاس بچھو نے ڈنک مار دیا۔ایک آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ ! میں اِس پر دم کروں؟ آپ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو نفع پہنچائے (صحیح مسلم ۴۔۲۶ ۷ا باب استحباب الرقية من العين والنملة ،شرح معانی الآثار ۴۔۳۲۶ باب الكى هل هو مكروه ام لا)

حديث:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بسندِ صحیح روایت ہے کہ قریش کی ایک عورت جس کا نام شفا تھا، نملہ (جسم کی پھنسیوں) کا علاج جھاڑ پھونک سے کرتی تھی ۔رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم وہ جھاڑ پھونک حفصہ کو سکھا دو (المستدرک علی الصحیحین ۴. ۴۵۹ باب الرقى والتمائم)

حديث:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بسند صحیح مروی ہے کہ ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاج یا جھاڑ پھونک کے لئے آئی تو رسول اللہ ﷺ نے اُس عورت سے فرمایا: عَالِجِيهَا بِكِتَابِ اللَّهِ۔اللہ کی کتاب سے علاج کرو۔(صحیح ابن حبان ۱۳، ۴۶۳ باب ذكر الخبر المصرح بإباحة الرقية للعليل)

فائدہ: حدیثِ مذکور کے تحت ابو حاتم نے کہا:

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ :قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :عَالِجِيهَا بِكِتَابِ اللَّهِ، أَرَادَ عَالِجِيهَا بِمَا يُبِيحُهُ كِتَابُ اللَّهِ، لِأَنَّ الْقَوْمَ كَانُوا يَرْقُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِأَشْيَاءَ فِيهَا شِرْكٌ، فَزَجَرَهُمْ بِهَذِهِ اللَّفْظَةِ عَنِ الرُّقَى، إِلَّا بِمَا يُبِيحُهُ كِتَابُ اللَّهِ دُونَ مَا يَكُونُ شِرْكًا

ترجمه :حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ارشاد ' کتاب اللہ سے علاج کرو' کا معنی یہ ہے کہ کتاب اللہ نے جس کو حلال کیا ہے اُس سے علاج کرو۔کیوں کہ دورِ جاہلیت میں لوگ ایسی چیزوں سے جھاڑ پھونک کرتے تھے جن میں شرک ہوتا تھا، لہذا آپ ﷺ نے اُس پر تنبیہ فرمائی کہ کتاب اللہ کے مطابق جو جھاڑ پھونک مباح ہے وہ کرو، شرکیہ جھاڑ پھونک نہ کرو (ایضا)

کیا نظر کا لگنا حق ہے؟

نظر کا لگنا حق ہے۔ نظر بچوں کو بھی لگتی ہے اور بڑوں کو بھی۔ ضروری نہیں کہ نظر لگانے سے لگے یا برے آدمی کی نظر لگے۔ اچھے آدمی کی بھی نظر لگتی ہے اور بلا ارادہ بھی لگتی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اگر تقدیر کو کوئی چیز ٹال سکتی تو نظر اُس کو ٹال دیتی۔ نظر کے ضرر کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

نظر کے ضرر سے بچنے کا آسان نسخہ رسول خدا ﷺ نے امت کو عطا فرمایا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر تمھیں کسی بھائی کی کوئی چیز پسند آئے تو بَارَكَ اللّٰهُ کہو۔ مثلاً کسی کا حسن دیکھ کر یہ نہیں کہنا چاہئے: کتنا حسین ہے، واہ کتنا اچھا ہے۔ بلکہ اُس کے ساتھ بَارَكَ اللّٰهُ ،ماشاء الله کہے۔ اِس طرح بولنے سے وہ شخص نظر کے ضرر سے محفوظ رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مِنْ أَخِيهِ مَا يُعْجِبُهُ، فَلْيَدْعُ لَهُ بِالْبَرَكَةِ۔ جب تمہارے کسی بھائی کی کوئی چیز پسند آئے تو اُس کے لئے بارك الله کہو۔

ایک صحابی کا سبق آموز واقعہ

حدیث:

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک بار حضرت عامر رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن حُنیف رضی اللہ عنہ (یہ بڑے حسین وجمیل صحابی تھے) کے پاس سے گزرے۔ وہ غسل کر رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر بے ساختہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ جملے نکلے: واللہ میں نے آج کی طرح منظر کبھی نہیں دیکھا۔ کسی پردہ نشین کا جسم بھی اتنا حسین نہ ہوگا۔ اُسی وقت حضرت سہل رضی اللہ عنہ زمین پہ گر پڑے۔ اُن پر بخار چڑھنے لگا۔ نبی کریم ﷺ کو جب خبر ملی تو آپ نے فرمایا: کیا تمہارا کوئی آدمی اپنے بھائی کو قتل کرنا چاہتا ہے؟ اگر اُسے اپنے بھائی کی کوئی چیز پسند آئے تو اُس کے لئے بارک اللہ کہے۔ (المعجم الکبیر ٦۔٨٣)

علامہ عینی نے یہ لکھا ہے کہ آدمی پر واجب ہے کہ جب اُسے اپنے بھائی کی کوئی چیز پسند آئے تو بَارَكَ اللّٰہُ ،اَللّٰهُمَّ بَارِك فِيهِ،اَللّٰهُمَّ بَارِك وَلَاتَضُرَّهُ ، مَاشَاءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یا مَاشاءَ اللّٰہُ وغیرہ کلمات کہے۔ ایسا کہنے سے نظر نہیں لگے گی۔ (عمدۃ القاری ۲۱۔۲۶۶)

علامہ عینی نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضور کے ارشاد ''کیا تم اپنے بھائی کو قتل کرنا چاہتے ہو'' سے معلوم ہوا کہ نظر بسا اوقات آدمی کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔ (ایضا)

حدیث:

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کے گھر میں ایک بچی کو دیکھا کہ اُس کے چہرے پر سرخی مائل سیاہ رنگ دوڑ رہا تھا تو آپ نے فرمایا: اِسْتَرْقُوا لَهَا، فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ۔ اِس پر دم کراؤ کیوں کہ اِسے نظر لگی ہوئی ہے (صحیح بخاری ۷۔۱۳۱ باب الشرط فی الرقیۃ بقطیع من الغنم)

حدیث:

ابن ابوخزامہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، یارسول اللہ ہم جھاڑ پھونک کرواتے ہیں، دوا کرواتے ہیں اور پرہیز کرتے ہیں تو کیا اُس سے اللہ کی تقدیر کچھ ٹل سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: هِيَ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ۔ ان چیزوں کی تاثیر بھی اللہ کی تقدیر سے ہے۔ (سنن الترمذی بسند حسن ۴۔۳۹۹ باب ماجاء فی الرقیۃ والادویۃ، المستدرک علی الصحیحین ،علی شرطهما ۱۔۸۵)

نظر اتارنے کا نبوی عمل

جب حضرت سہل بن حنیف کو حضرت عامر (رضی اللہ عنہما) کی نظر لگی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سہل بن حنیف کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر یہ کلمات کہے: بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا، قُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ۔ اے اللہ! نظر کی حرارت، اُس کی برودت اور اُس کی تکلیف کو دور فرما۔ اے سہل! اللہ کے اذن سے کھڑے ہو جا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹۔۳۸۰)

روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عامر کو حکم دیا کہ وہ ایک برتن میں اپنے چہرے اور ہاتھ پیر کو دھوے اور اُس پانی کو سہل بن حنیف پر بہا دے۔ جب ایسا کیا گیا تو حضرت سہل کا بخار اتر گیا اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

امام بیہقی نے یہ لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے نظر اتارنے کا یہ طریقہ بیان کیا ہے کہ جس شخص کو کسی کی نظر لگے تو اُس کے سامنے پانی کا ایک برتن لایا جائے۔ برتن کو زمین سے اوپر اٹھا کر ہاتھ پہ رکھا جائے پھر جس کی نظر لگی ہو اُس سے کہا جائے کہ وہ اپنا داہنا ہاتھ پانی میں ڈالے اور اُسی پانی میں اپنا چہرہ دھوئے پھر پانی میں کلی کرے۔ اُسی طرح بائیں ہاتھ کو پانی میں ڈال کر ایک چلو لے کر داہنی ہتھیلی کی پشت کو اُسی برتن میں دھوئے۔ پھر بائیں ہاتھ سے پانی لے کر داہنے ہاتھ کو گردن کی طرف کھڑا کر کے کہنی تک دھوے۔ پھر داہنے اور بائیں قدم کی پشت کو دھوئے۔ پھر دونوں پیروں کے گھٹنوں کو برتن میں دھوئے۔ پھر ازار کے اندرونی حصے کو برتن میں ڈبوئے، اس کے بعد پانی کے برتن کو مریض کے سر پہ اُس کی پشت کی طرف سے بہا دے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹۔۵۹۱)

علاج کی بعض تدابیر

علاج کے لئے قرآن، ذکر اور مسنون دعاؤں سے دم اور تعویذ کرنا افضل ہے لیکن کبھی تدابیر سے بھی علاج کیا جاتا ہے۔ بعض تدابیر ناجائز وغیر شرعی امور سے پاک ہوتی ہیں، لہٰذا بغرض علاج اُن کا استعمال بھی جائز ہے۔ اُن کے جواز کے وہی شرائط ہیں جو دم اور تعویذ کے ہیں۔ لہٰذا حرام یا شرکیہ کلمات وعمل سے کوئی تدبیر ہرگز جائز نہیں، بلکہ کفری عمل ہے۔

جائز تدابیر کی اصل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اُس روایت کو قرار دیا جا سکتا ہے جس کو محدث ابن ابی شیبہ نے اپنی مُصنَّف میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے: مَنْ اَصَابَہٗ بُسْرَۃٌ اَوْ سُمٌّ اَوْ سِحرٌ فَلْیاتِ الفُرَاتَ فَلْیَستَقْبِلِ الجِرْیَۃَ فَیَغْتَمِسَ فِیْہِ سَبْعَ مرَّاتٍ.

ترجمہ: جس کوجلدی بیماری لاحق ہو یا اُس پر زہر یا جادو کا اثر ہوتو وہ فُرات میں آکر اُس کے بہاؤ کی طرف رخ کر کے سات مرتبہ ڈُبکی لگائے۔(شعب الایمان ۳۹/۵ باب فی الرخصہ فی القرآن یکتب لمن یسقاہ)

تنبیہ: اِس روایت کی سند میں ایک راوی عثّام بن علی ہے جس نے اِس روایت کو اعمش سے سنا ہے۔عثّام بن علی بخاری ومسلم کے راوی ہیں لیکن مُصَنَّف کے شاملہ والے نسخے میں اُس نام کو عفّان بن علی لکھا گیا ہے جو غلط ہے، کیوں کہ عفّان بن علی نام کا کوئی راوی اعمش کے تلامذہ میں نہیں۔واللہ اعلم

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہاں پر جو عمل بتایا ہے وہ نہ قرآنی دم و تعویذ ہے نہ کوئی مسنون دعا یا ذکر، بلکہ انھوں نے ایک عمل (تدبیر) بتایا کہ ایسا مریض فرات ندی میں جاکر سات بار ڈبکی لگائے۔

اس سے بزرگان دین اور سچے عاملین کی تدابیر کے جواز کا اشارہ ملتا ہے۔

تعویذ کیا ہے؟

تعویذ کے لغوی معنی: پناہ میں دینا، کسی کو اللہ کی پناہ میں دینا، پناہ کی دعا کرنا۔اِس لحاظ سے مُعَوّ ذَتَین (قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اورقُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ)پڑھ کر اپنے اوپر یا دوسرے پر دم کرنا تعویذ ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں تو اللہ کے رسول ﷺ اِن دونوں سورتوں کو پڑھ کر دم کرنے لگے۔بعض روایتوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر ہوا اور یہ اثر ایک سال تک رہا۔جب معوذتین نازل ہوئیں اور آپ نے انھیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا تو جادو کا اثر دور ہوگیا۔لہٰذا کسی پر معوذتین کو پڑھ کر دم کرنا اللہ کے رسول ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔اِس کے علاوہ دیگر دعا کے کلمات اور قرآنی آیات پڑھ کر دم کرنے کا ثبوت بھی احادیث میں موجود ہے،جیسا کہ اِس کے ثبوت پر صحیح احادیث پیش کی گئیں۔

قرآنی کلمات اور ذکر و دعا کے الفاظ کو لکھ کر گلے میں لٹکانا بھی جائز ہے، اُسے بھی تعویذ کہا جاتا ہے، بلکہ عرف میں اُسی کو تعویذ کہا جاتا ہے اور دعا و قرآنی آیات و کلمات کو پڑھ کر کسی پر دم کرنے کو جھاڑ پھونک یا دم کرنا کہا جاتا ہے۔ یہ بھی جائز ہے۔ اِس کے ثبوت پر کئی محدثین نے حدیث کی کتابوں میں مستقل عنوان بھی قائم کیا ہے اور آثار صحابہ و تابعین کو بھی ذکر کیا ہے، یہاں پر چند آثار کو ذکر کیا جا رہا ہے:

بعض صحابہ وتابعین کے قول وعمل سے تعویذ کا ثبوت

☆ محدث ابن ابی شیبہ نے اپنی مُصَنَّف میں یہ عنوان قائم کیا ہے ''مَنْ رَخَّصَ فِی تَعْلِیقِ التَّعَاوِیذِ (تعویذات لٹکانے کی رخصت کا بیان) پھر یہ حدیث نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِذَا فَزِعَ أَحَدُكُمْ فِي نَوْمِهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ، أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَسُوءِ عِقَابِهِ، وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ شَرِّ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُعَلِّمُهَا وَلَدَهُ مَنْ أَدْرَكَ مِنْهُمْ، وَمَنْ لَمْ يُدْرِكْ كَتَبَهَا وَعَلَّقَهَا عَلَيْهِ.

ترجمہ : ہم سے حدیث بیان کی ابوبکر نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدہ نے محمد بن اسحاق سے، انھوں نے عمرو بن شعیب سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے اُن کے دادا سے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی آدمی جب نیند میں ڈرتا ہو تو یہ دعا پڑھے (پڑھ کر سوئے، جیسا کہ حاکم نے المستدرک میں اور ابن بطہ نے الابانۃ میں یہی نقل کیا ہے) **بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَسُوْءِ عِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ شَرِّ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ** ۔حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے بالغ لڑکوں کو دعا کے یہ کلمات سکھاتے تھے اور نابالغ بچوں کے گلوں میں لکھ کر لٹکاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۔۴۳ حدیث: ۲۳۵۴۷)

تخریج حدیث : یہ حدیث سنن الترمذی، سنن النسائی، مسند احمد، الاسماء والصفات للبیھقی، الدعا للطبرانی، مستدرک حاکم وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے۔

حکم حدیث : یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے، حاکم نے اسے صحیح الاسناد لکھا ہے۔ ترمذی نے حسن غریب کہا ہے اور غیر مقلد عالم ناصر الدین البانی نے حاشیہ ترمذی میں حسن لکھا ہے۔

شرح حدیث : حدیثِ مذکور کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اَللّمعات میں یہ لکھا ہے: **هٰذَا هُوَ السَّنَدُ فِي مَا يُعَلَّقُ فِي اَعْنَاقِ الصِّبْيَان مِنَ التَّعْوِيْذَاتِ وَفِيهِ كَلامٌ، وَاَمَّا تَعْلِيقُ الحِرْزِ والتَّمائمِ مِمَّا كَانَ مِنْ رُسُومِ الجَاهِلِيَّةِ فَحَرامٌ بِلا خِلَافٍ۔**

ترجمہ : یہ حدیث دلیل ہے اُن تعویذات کے جواز پر جو بچوں کے گلوں میں لٹکائے جاتے ہیں، اور اُس میں کلام ہے۔ لیکن وہ گنڈے جو زمانۂ جاہلیت میں لٹکائے جاتے تھے وہ بلا اختلاف حرام ہیں۔ (مرعاۃ المفاتیح ۸۔۲۳۹)

تنبیہ : آج بھی بعض گنڈے رسومِ جاہلیت کے مطابق بعض جگہوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً عورت اپنی مرحومہ سوکن کی روحانی اذیت سے بچنے کے تصور سے اپنے گلے میں چاندی کی ایک چھوٹی سی تختی لٹکاتی ہے، جس پر اُس کی مرحومہ سوکن کی خیالی شبیہ اسکریچ کی ہوئی ہوتی ہے۔ بچوں کو نظر بد و چڑیل وغیرہ کے اثر سے بچانے کے خیال سے اُن کے گلوں میں اُلّو کا ناخن لٹکاتے ہیں۔ اِس قسم کی بعض جاہلانہ رسمیں بعض مسلمانوں میں رائج ہیں جو سخت حرام اور ایمان وعقیدے کے لئے سخت خطرناک ہیں۔ اِس قسم کے جاہلانہ تعویذ گنڈوں سے مسلمانوں کو بچنے کی تاکید کرنا ضروری ہے۔ مسلمان اپنی حاجتوں کے لئے اور بیماریوں سے شفا حاصل کرنے کے لئے علاج معالجہ کرائیں، مسنون دعاؤں کو یاد کریں۔ دعا وذکر کے کلمات کو خود پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں اور صالح ونیک علمائے دین ومشائخ طریقت سے دم کروائیں۔ مریض پاس نہ ہو تو پانی پر دم کر کے یا قرآنی کلمات وذکر ودعا کو لکھ کر پلائیں یا مریض کے جسم پر لٹکائیں تو اِس کی بھی اجازت ہے، لیکن اپنی لاعلمی کو دور کریں اور ذکر ودعا کے کلمات خود سیکھنے کی کوشش کریں۔ گناہوں سے دور رہیں، قرآن

کی تلاوت کثرت سے کریں، نمازوں کی پابندی کریں تو ان شاء اللہ مُہلک امراض سے محفوظ رہیں گے اور دین و دنیا کی خیر حاصل ہوگی۔

حدیثِ مذکور کی شرح میں محدث علی قاری نے یہ تحریر فرمایا ہے:

وَھٰذَا اَصْلٌ فِی تَعْلِیْقِ التَّعْوِیْذَاتِ الَّتِی فِیھَا اَسْمَاءُ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

ترجمہ: یہ دلیل ہے اُن تعویذات کو لٹکانے کے جواز پر جن میں اسماء الٰہی مکتوب ہوں۔ (مرقاۃ المفاتیح ۴۔۱۷۱۶)

پھر ممنوع تعویذات کی وضاحت کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:

(وَعَقْدُ التَّمَائِمِ) جَمْعُ تَمِیْمَۃٍ وَالْمُرَادُ بِھَا التَّعَاوِیْذُ الَّتِی تَحْتَوِیْ عَلَی رُقَی الْجَاھِلِیَّۃِ مِنَ اَسْمَاءِ الشَّیَاطِینِ وَاَلْفَاظٍ لَا یُعْرَفُ مَعْنَاھَا۔

ترجمہ: جن تمائم کو لٹکانے کی ممانعت ہے اُن سے مراد وہ تعویذات ہیں جن میں جاہلیت کے منتر ہوتے ہیں، مثلاً شیاطین کے نام اور ایسے الفاظ جن کے معانی معلوم نہیں (مرقاۃ ۷۔۲۸۰۳)

☆ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِذَا عَسِرَ عَلَی الْمَرْأَۃِ وَلَدُھَا، فَیُکْتُبُ ھَاتَیْنِ الْآیَتَیْنِ وَالْکَلِمَاتِ فِی صَحْفَۃٍ ثُمَّ تُغْسَلُ فَتُسْقَی مِنْھَا: بِسْمِ اللَّہِ لَا إِلَہَ إِلَّا ھُوَ الْحَلِیمُ الْکَرِیمُ، سُبْحَانَ اللَّہِ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیمِ (کَأَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَھَا لَمْ یَلْبَثُوا إِلَّا عَشِیَّۃً أَوْ ضُحَاھَا) (النازعات 46:) (کَأَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوعَدُونَ لَمْ یَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَۃً مِنْ نَھَارٍ، بَلَاغٌ فَھَلْ یُھْلَکُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ) (الأحقاف 35:)

ترجمہ: جب عورت کو بچہ جننے میں بہت تکلیف ہو تو اِن دو آیتوں کو کسی رکابی میں لکھے پھر دھو کر عورت کو پلائے۔ **بِسْمِ اللَّہِ لَا إِلَہَ إِلَّا ھُوَ الْحَلِیمُ الْکَرِیمُ، سُبْحَانَ اللَّہِ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیمِ (۱) (کَأَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَھَا لَمْ یَلْبَثُوا إِلَّا عَشِیَّۃً أَوْ ضُحَاھَا) (النازعات 46:) (۲) (کَأَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا**

يُــوعَــدُونَ لَــمْ يَـلْبَثُـوا إِلَّا سَـاعَـةً مِـنْ نَهَـارٍ، بَلَاغٌ فَهَـلْ يُهْـلَكُ إِلَّا الْـقَـوْمُ الْفَاسِقُونَ) (الأحقاف35 :)(مصنف ابن ابی شیبہ ۵۔۳۹)

ابن السنی کی کتاب عمل الیوم واللیۃ میں یہ الفاظ بھی ہیں:وَيَـنْـضَـحُ عَـلَـى بَطْنِهَـا وَفَرْجِهَا۔اور کچھ پانی عورت کے پیٹ اور زیر ناف چھڑک دیا جائے۔

☆جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیّب سے ابو عِصمہ نے تعویذ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا:لَابَاسَ اِذَا كَانَ فِي اَدِيمٍ۔کوئی گناہ نہیں جب کہ تعویذ چمڑے میں سِلا ہوا ہو(کسی پاک حلال چیز کے اندر رکھا گیا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں ۱۲م)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۔۴۳)

☆حضرت عطا(تابعی)سے حائضہ عورت کے بارے میں پوچھا گیا کہ اُس کے گلے میں تعویذ لٹکا سکتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ اگر چمڑے میں سِلا ہوا ہو یا کسی چاندی کے خول میں ہو تو اختیار ہے چاہے تو اتارے چاہے تو نہ اتارے(ایضا)

☆امام دارمی نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عطا کی یہ روایت نقل کی ہے:

عَـنْ عَـطَاءٍ، فِي الْمَرْأَةِ الْحَائِضِ فِي عُنُقِهَا التَّعْوِيذُ أَوِ الْكِتَابُ؟ قَالَ إِنْ كَـانَ فِـي أَدِيمٍ فَلْتَنْزِعْهُ وَإِنْ كَانَ فِي قَصبَةٍ مُصَاغَةٍ مِنْ فِضَّةٍ، فَلَا بَأْسَ إِنْ شَـاءَتْ وَضَـعَـتْ، وَإِنْ شَـاءَتْ لَـمْ تَـفْـعَلْ قِيلَ لِعَبْدِ اللَّهِ:تَقُولُ بِهَذَا قَالَ :نَعَمْ

ترجمہ : حضرت عطا(تابعی)سے پوچھا گیا کہ حائضہ عورت کے گلے میں تعویذ یا قرآنی سورہ لکھ کر لٹکا یا جائے تو کیسا ہے؟ انھوں نے کہا کہ اگر چمڑے میں ہو تو اتار دے اور اگر چاندی کے خول کے اندر ہو تو کوئی حرج نہیں چاہے اتارے، چاہے نہ اتارے۔عبداللہ سے کہا گیا کہ کیا آپ کی بھی یہ رائے ہے؟ انھوں نے کہا:ہاں۔

☆محدث ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنّف میں حضرت مجاہد(تابعی)کے تعلق سے یہ روایت نقل کی ہے:

كَانَ مُجَاهِدٌ يَكْتُبُ لِلنَّاسِ التَّعْوِيذَ فَيُعَلِّقُهُ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ: حضرت مجاہد لوگوں کو گلوں میں لٹکانے کے لئے تعویذ لکھ کر دیتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ۵۔۴۴ باب من رخص فی تعلیق التعاوید)

☆جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ آنے والے کو تعویذ لکھ کر دیا کرتے تھے۔(مصنف ابن شیبہ ۵/ ۳۹، **باب فی الرخصة فی القرآن یکتب لمن سقاه)**

تعویذ کے جواز پر ائمہ مجتہدین کے اقوال وافعال

☆**امام احمد بن حنبل**: امام احمد بن حنبل کے صاحب زادے حضرت عبداللہ نے یہ فرمایا ہے: **رَأَیۡتُ اَبِی یکۡتُبُ التَّعَاوِیذَ لِلَّذِی یَفۡزَعُ وَلِلۡحُمّٰی لِاَهلِهٖ وَقَرَابَاتِهٖ وَیَکۡتُبُ لِلۡمَرۡأَةِ اِذَا عَسَرَ عَلَیۡهَا الۡوِلادَةُ فِی جَامٍ اَوۡ شَیۡءٍ لَطِیۡفٍ.**

ترجمہ: میں نے اپنے والد کو دیکھا ہے کہ گھبراہٹ اور بخار کے علاج کے لیے تعویذات لکھ کے اپنے گھر والوں اور قرابت داروں کو دیتے تھے اور وضعِ حمل کی آسانی کے لئے کسی پیالے یا ملائم چیز میں تعویذ لکھ کر عورت کو پینے کے لئے دیتے تھے۔(مسائل الامام احمد ۱۔۴۳۷)

☆امام محمد بن مفلح مقدسی متوفی ۷۶۳ھ نے یہ لکھا ہے:

وَقَالَ الۡمَیۡمُونِیُّ :سَمِعۡت مَنۡ سَأَلَ أَبَا عَبۡدِ اللَّهِ عَنۡ التَّمَائِمِ تُعَلَّقُ بَعۡدَ نُزُولِ الۡبَلَاءِ فَقَالَ :أَرۡجُو أَنۡ لَا یَکُونَ بِهِ بَأۡسٌ، قَالَ أَبُو دَاوُد :وَقَدۡ رَأَیۡت عَلَی ابۡنٍ لِأَبِی عَبۡدِ اللَّهِ وَهُوَ صَغِیرٌ تَمِیمَةً فِی رَقَبَتِهِ فِی أُدُمٍ، قَالَ الۡخَلَّالُ :قَدۡ کَتَبَ هُوَ مِنۡ الۡحُمَّی بَعۡدَ نُزُولِ الۡبَلَاءِ، وَالۡکَرَاهَةُ مِنۡ تَعۡلِیقِ ذَلِکَ قَبۡلَ نُزُولِ الۡبَلَاءِ هُوَ الَّذِی عَلَیۡهِ الۡعَمَلُ

ترجمہ: میمونی نے کہا کہ میں نے سنا، کسی نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ مصیبت نازل ہونے پر تعویذات لٹکانا کیسا ہے؟ انھوں نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ اُس میں کوئی گناہ نہیں۔ امام ابوداؤد نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل کے ایک چھوٹے بچے

کے گلے میں ایک تعویذ دیکھا جو چمڑے میں سِلا ہوا تھا۔خلّال نے کہا کہ امام احمد نے بخار کے لیے تعویذ لکھا۔کراہت نزولِ بلا سے پہلے تعویذ لٹکانے میں ہے۔اِسی پر عمل ہے۔(امام احمد کا راجح قول یہی ہے کہ نزولِ بلا سے پہلے تعویذ لٹکانا مکروہ نہیں،جیسا کہ فقہ حنبلی کی کتابوں سے ظاہر ہے۔م غفرلہ)[الفروع وتصحیح الفروع ۳۔۲۴۸]

پھر ابن مفلح مقدسی نے جھاڑ پھونک سے متعلق متعارض حدیثوں میں تطبیق ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:

يَجُوزُ حَمْلُ الْأَخْبَارِ عَلَى اخْتِلَافِ حَالَيْنِ، فَمَنْهِيٌّ إِذَا كَانَ يَعْتَقِدُ أَنَّهَا هِيَ النَّافِعَةُ لَهُ وَالدَّافِعَةُ عَنْهُ، وَهَذَا لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّ النَّافِعَ هُوَ اللَّهُ، وَالْمَوْضِعُ الَّذِي أَجَازَهُ إِذَا اعْتَقَدَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ النَّافِعُ الدَّافِعُ، وَلَعَلَّ هَذَا خَرَجَ عَلَى عَادَةِ الْجَاهِلِيَّةِ كَمَا كَانَتْ تَعْتَقِدُ أَنَّ الدَّهْرَ يَضُرُّهُمْ فَكَانُوا يَسُبُّونَهُ

ترجمہ:احادیث کو دو مختلف حالتوں پر رکھا جاسکتا ہے۔جن حدیثوں میں جھاڑ پھونک سے منع کیا گیا ہے اُن میں وہ جھاڑ پھونک مراد ہے جس میں یہ عقیدہ شامل ہو کہ جھاڑ پھونک کا عمل خود نفع دینے والا اور مصیبت کو دور کرنے والا ہے۔یہ جائز نہیں،کیوں کہ فائدہ پہنچانے والا اللہ ہے۔جائز وہ جھاڑ پھونک ہے جس میں یہ عقیدہ شامل ہو کہ نفع دینے والا اور مصیبت کو دور کرنے والا اللہ ہے۔جھاڑ پھونک سے بعض حدیثوں میں منع شاید اس لیے وارد ہے کہ دور جاہلیت میں لوگ ایسا عقیدہ رکھتے تھے کہ جھاڑ پھونک خود نفع پہنچانے والی ہے،جیسا کہ اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ زمانہ انھیں نقصان پہنچاتا ہے،لہذا وہ زمانہ کو بُرا بھلا کہا کرتے تھے۔(ایضا)

☆مشہور حنبلی محدث وفقیہ امام ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے یہ لکھا ہے:جھاڑ پھونک کے ذریعہ علاج کی دو قسمیں ہیں۔ایک قسم وہ ہے جس کے الفاظ کے معانی سمجھ میں نہ آئیں۔ہوسکتا ہے کہ اُس میں کفر ہو،لہذا اُس سے روکا جائے گا۔صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس دم میں شرک نہ ہو اُس میں کوئی گناہ نہیں۔پھر جائز جھاڑ پھونک کی دو صورتیں ہیں:اگر یہ اعتقاد ہو کہ آنے والی مصیبت ٹل جائے گی(یعنی جھاڑ

پھونک کو موثر حقیقی سمجھے) تو ایسے دم سے روکا جائے گا (کیوں کہ یہ کفر ہے) اگر کوئی حادثہ پیش آ گیا ہو تو اُس کے لیے دم کرانے کی رخصت ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ نظر اتارنے کے لئے جھاڑ پھونک کرانے میں گناہ نہیں۔ اُن سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی ہے جس کے پاس کسی سحر زدہ عورت کو لایا جاتا ہے تو وہ جادو کی بندش کو کھول دیتا ہے (ایسا کرنا کیسا ہے؟) امام احمد نے فرمایا: کوئی گناہ نہیں۔ رہا قرآن اور کلماتِ دعا سے جھاڑ پھونک کروا کر شفا حاصل کرنا تو یہ بھی علاج جیسا ہے جو مکروہ نہیں۔ (کشف المشکل ۱۔۴۸۱)

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

☆ مذہب مالکی کے فقیہ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد القرطبی متوفی ۵۲۰ھ نے یہ لکھا ہے:

وَلا يَكُونُ التَّعْوِيذُ وَالرُّقْيَةُ فِي الْمَرَضِ، إِلَّا بِكِتَابِ اللّٰهَ.

ترجمہ: بیماری میں دم اور تعویذ وہی جائز ہے جو صرف کتاب اللہ کے موافق ہو۔ (البیان والتحصیل ۱۷۔۱۱۸)

☆ اُسی کتاب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بیان کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:

وَفِي جَوَازِ تَعْلِيقِ هٰذِهِ الْأَحْرَازِ وَالتَّمَائِمِ عَلَى أَعْنَاقِ الصِّبْيَانِ وَالْمَرْضٰى وَالْحُبَالٰى وَالْخَيْلِ وَالْبَهَائِمِ إِذَا كَانَتْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَا هُوَ مَعْرُوفٌ مِنْ ذِكْرِهِ وَأَسْمَائِهِ، لِلِاسْتِشْفَاءِ بِهَا مِنَ الْمَرَضِ، أَوْ فِي حَالِ الصِّحَّةِ لِدَفْعِ مَا يُتَوَقَّعُ مِنَ الْعَيْنِ وَالْمَرَضِ -بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ اخْتِلَافٌ، فَظَاهِرُ قَوْلِ مَالِكٍ فِي هٰذِهِ الرِّوَايَةِ إِجَازَةُ ذٰلِكَ، وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ :لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ لِلْمَرْضٰى، وَكَرِهَهُ مُخَافَةَ الْعَيْنِ وَمَا يُتَّقٰى مِنَ الْمَرَضِ لِلْأَصِحَّاءِ .

ترجمہ : بچوں، مریضوں، حمل والیوں، گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کے گلوں میں تعویذات لٹکانا جب کہ قرآنی تعویذات ہوں یا معلوم ہو کہ اللہ کے ذکر اور اُس کے ناموں کے تعویذات ہیں، اور مرض سے شفا حاصل کرنے کے لیے لٹکایا جائے یا بد نظری اور بیماری سے بچنے کے لیے حالتِ صحت میں لٹکایا جائے، اُس کے جائز ہونے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے۔ اِس مسئلے میں امام مالک کا ظاہرِ قول یہ ہے کہ ایسے تعویذات لٹکانے کی

اجازت ہے۔ اُن سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر مریضوں کے جسم میں لٹکایا جائے تو کوئی حرج نہیں، لیکن صحت مندوں کے جسموں میں نظرِ بد کے خوف سے لٹکا جائے یا امراض سے بچنے کے لیے تو یہ مکروہ ہے۔ (مصدر سابق ج ا ص ۴۳۹)

امام مالک کا راجح قول یہی ہے کہ مریض اور صحت مند دونوں کے جسم میں دفعِ مرض یا حصولِ برکت اور آفات وبلیات سے حفاظت کے لیے قرآنی تعویذات لٹکانا جائز ہے، جب کہ تعویذ کو شفاءِ امراض اور حصولِ برکات کا واسطہ اور ذریعہ سمجھا جائے۔ جیسا کہ بیماری سے شفا حاصل کرنے کے قصد سے دوا استعمال کرنا جائز ہے اور صحت مند کے لیے حفظانِ صحت اور مرض سے بچنے کی تدبیر کے طور پر دوا استعمال کرنا جائز ہے۔ چنانچہ اُسی کتاب کی جلد ۱۸ صفحہ ۲۹۸ پر یہ لکھا ہے:

أَوْ فِی حَالِ الصِّحَّةِ لِدَفْعِ مَا يُتَوَقَّعُ مِنَ الْمَرَضِ وَالْعَيْنِ .فَظَاهِرُ قَوْلِ مَالِكٍ فِی رَسْمِ الصَّلَاةِ الْأَوَّلِ مِنْ سَمَاعِ أَشْهُبٍ مِنْ كِتَابِ الصَّلَاةِ إِجَازَةُ ذٰلِكَ.

ترجمہ: یا حالتِ صحت میں بیماری اور نظرِ بد سے بچنے کے لیے جائز ہے یا نہیں تو کتاب الصلاۃ، باب رسم الصلاۃ میں ہے کہ اشہُب نے امام مالک سے سنا ہے، اُن کا پہلا قول یہ ہے کہ اس کی اجازت ہے۔

فقہ مالکی کے مشہور فقیہ ابوالقاسم محمد بن احمد ابن جزی الغرناطی المالکی متوفی ۷۴۱ھ نے یہ لکھا ہے:

يَجُوزُ تَعْلِيقُ التَّمَائِمِ وَهِيَ الْعُوذَةُ الَّتِي تُعَلَّقُ عَلَى الْمَرِيضِ وَالصِّبْيَانِ وَفِيهَا الْقُرْآنُ وَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى إِذَا خُرِزَ عَلَيْهَا جِلْدٌ وَلَا خَيْرَ فِي رَبْطِهَا بِالْخُيُوطِ ،هٰكَذَا نَقَلَ الْقَرَافِيُّ وَيَجُوزُ تَعْلِيقُهَا عَلَى الْمَرِيضِ وَالصَّحِيحِ خَوْفًا مِنَ الْمَرَضِ وَالْعَيْنِ عِنْدَ الْجُمْهُورِ.

ترجمہ: قرآن اور ذکر والے تعویذات کو اگر چمڑے میں سی کر مریضوں اور بچوں کے گلوں میں لٹکائیں تو ایسا کرنا جائز ہے۔ صرف دھاگے میں باندھ کر لٹکانے میں بھلائی

نہیں۔ایسا ہی قرافی نے نقل کیا ہے۔مریض کے جسم میں لٹکانا جائز ہے، اُسی طرح مرض اور نظر سے بچنے کے لیے صحیح آدمی کے جسم میں لٹکانا جمہور کے نزدیک جائز ہے۔(القوانین الفقھیۃ ۱۔۲۹۵)

امام قرافی مالکی متوفی ۶۸۴ھ نے یہ لکھا ہے: **وَقَوۡلُ مَالِکٍ وَالۡفُقَھَاءِ جَوَازُہُ فِی الۡوَجۡھَیۡنِ** ۔امام مالک اور فقہاء مالکیہ کا قول یہ ہے کہ مرض وصحت دونوں حالتوں میں تعویذ لٹکانا جائز ہے۔(الذخیرۃ ۱۳۔۳۲۷)

امام شافعی:

امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے کہ قرآنی کلمات اور ذکرودعا پر مشتمل تعویذات کو لٹکانا جائز ہے۔امام شافعی کی کتاب ''اَلۡاُمّ'' میں ہے:

سَأَلۡتُ الشَّافِعِیَّ عَنِ الرُّقۡیَۃِ فَقَالَ لَابَأۡسَ اَنۡ یَرۡقِیَ الرَّجُلُ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَمَا یُعۡرَفُ مِنۡ ذِکۡرِ اللّٰہَ.

ترجمہ : (راوی نے کہا) میں نے امام شافعی سے سوال کیا کہ دم اور جھاڑ پھونک کرنا کیسا ہے؟ تو انھوں نے کہا: کوئی گناہ نہیں اگر آدمی کتاب اللہ یا معروف ذکراللہ سے دم کرے۔(الام ۷۔۲۴۱)

شارح صحیح مسلم امام یحیٰ ابن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے امام احمد بن حسین بیہقی شافعی متوفی ۴۵۸ھ کے حوالے سے یہ لکھا ہے:

وَیَحۡتَمِلُ أَنۡ یَکُونَ ذٰلِکَ وَمَا اَشۡبَہَ مِنَ النَّھۡیِ وَالۡکَرَاھَۃِ فِیمَنۡ یُعَلِّقُھَا وَھُوَ یَرَی تَمَامَ الۡعَافِیَۃِ وَزَوَالَ الۡعِلَّۃِ بِھَا عَلَی مَا کَانَتۡ عَلَیۡہِ الۡجَاھِلِیَّۃُ وَأَمَّا مَنۡ یُعَلِّقُھَا مُتَبَرِّکًا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَعَالَی فِیھَا وَھُوَ یَعۡلَمُ أَنۡ لَا کَاشِفَ لَہُ إِلَّا اللّٰہُ وَلَا دَافِعَ عَنۡہُ سِوَاہُ فَلَا بَأۡسَ بِھَا إِنۡ شَاءَ اللہ تعالی.

ترجمہ : جن حدیثوں میں تعویذات لٹکانے سے منع کیا گیا ہے وہاں منع سے مراد یہ ہے، کہ زمانۂ جاہلیت کی طرح اِس نظریہ سے تعویذ لٹکائے کہ تعویذ خود بیماری کو دور کرے گا تو یہ ناجائز (بلکہ کفر) ہے۔لیکن اِس نظریہ سے لٹکانا کہ اللہ کے ذکر سے برکت حاصل ہوگی

اور اللہ ہی شفا عطا فرمائے گا کیوں کہ اُس کے سوا کوئی مصیبت کو دور کرنے والا اور شفا دینے والا نہیں تو تعویذ لٹکانے میں کوئی گناہ نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ۔(المجموع شرح المھذب ۹_۶۶)

مشہور شافعی فقیہ سلیمان بن محمد بُجَیرمی مصری متوفی ۱۲۲۱ھ نے یہ لکھا ہے کہ کھلا ہوا تعویذ حائضہ عورت کو لٹکانا مکروہ ہے، لیکن اگر کپڑے یا چمڑے وغیرہ میں لپیٹ کر یا موم جامہ کر کے پہنایا جائے تو حرج نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ :(إِلَّا إِذَا جَعَلَ عَلَيْهَا شَمْعًا) اسْتِثْنَاءٌ مِنْ التَّعْلِيقِ فَقَطْ، وَقَوْلُهُ : (شَمْعًا) أَيْ خِرْقَةً مُشَمَّعَةً؛ لِأَنَّهَا تَحْفَظُهُ .وَقَوْلُهُ :أَوْ نَحْوَهُ كَجِلْدٍ وَالْمَكْرُوهُ وَضْعُهَا عَلَى بَدَنِهِ مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ يَصُونُهَا

ترجمہ : کھلا ہوا تعویذ لٹکانا مکروہ ہے، مگر اُس کو موم جامہ کر دیا جائے، یعنی پگھلے ہوئے موم میں کوئی کپڑا اتر کر کے تعویذ کو اُس کے اندر یا کسی چمڑے وغیرہ کے اندر رکھ کر پہنا جائے تو کوئی حرج نہیں، کیوں کہ وہ نجس بدن سے مس نہیں ہوگا، البتہ بغیر کسی حائل کے نجس بدن میں پہننا مکروہ ہے۔(حاشیۃ البجیر ی علی الخطیب ۱_۳۷۱)

تنبیہ : واضح رہے کہ بعض تعویذات چاندی کے خول میں رکھے جاتے ہیں یا چاندی کی تختی پہ لکھے جاتے ہیں، اگر اُن کو مرد اپنے جسم میں لٹکائے تو کپڑے میں لپیٹ لے، کیوں کہ مرد کے لئے سونا چاندی پہننا منع ہے۔ چاندی کی انگوٹھی ساڑھے چار ماشہ (4.374 گرام) سے کم ہو تو جائز ہے۔

امام نووی نے امام عثمان بن عبداللہ ابن الصلاح شافعی متوفی ۶۴۳ھ کے ایک فتوے کو نقل کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:

يَجُوزُ تَعْلِيقُ الْحُرُوزِ الَّتِي فِيهَا قُرْآنٌ عَلَى النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَالرِّجَالِ وَيُجْعَلُ عَلَيْهَا شَمْعٌ وَنَحْوُهُ وَيُسْتَوْثَقُ مِنْ النِّسَاءِ وَشِبْهِهِنَّ بِالتَّحْذِيرِ مِنْ دُخُولِ الْخَلَاءِ بِهَا وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ لَا يُكْرَهُ إذَا جُعِلَ عَلَيْهِ شَمْعٌ وَنَحْوُهُ لِأَنَّهُ لَمْ يَرِدْ فِيهِ نَهْيٌ وَنَقَلَ ابْنُ جَرِيرٍ الطَّبَرِيُّ عَنْ مَالِكٍ نَحْوَ هَذَا فَقَالَ :قَالَ

مَالِکٌ، لَا بَأْسَ بِمَا یُعَلَّقُ عَلَی النِّسَاءِ الْحُیَّضِ وَالصِّبْیَانِ مِنُ الْقُرْآنِ إذَا جُعِلَ فِی کِنٍّ کَقَصَبَةِ حَدِیدٍ أوْ جِلْدٍ یُخْرَزُ عَلَیهِ وَقَدْ یُسْتَدَلُّ لِلْاِبَاحَةِ بِحَدِیثِ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ أَبِیهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (کَانَ یُعَلِّمُهُمْ مِنُ الْفَزَعِ کَلِمَاتٍ أَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِینِ أن یَحْضُرُونَ) قَالَ وَکَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو یُعَلِّمُهُنَّ مَنْ عَقَلَ مِنْ بَنِیهِ وَمَنْ لَمْ یَعْقِلْ کَتَبَهُ فَأَعْلَقَهُ عَلَیْه .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَاحَدِیثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: جن تعویذات میں قرآن لکھا ہوا اُن کو عورتوں، بچوں اور مردوں کے گلوں میں لٹکانا جائز ہے۔ اُن کو موم جامہ کرلیا جائے یا چمڑے وغیرہ میں رکھ کرسی لیا جائے اور عورتوں اور غافل لوگوں کو خصوصًا تاکید کردیا جائے کہ انھیں پہن کر بیت الخلانہ جائیں۔ صحیح یہ ہے کہ اگر تعویذ کو موم جامہ کرلیا جائے یا کپڑے وغیرہ میں لپیٹ لیا جائے تو اُس کو پہن کر بیت الخلاء جانا مکروہ نہیں۔ اِس پر منع وادر نہیں۔ ابن جریر طبری نے امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر قرآنی تعویذ کو کسی لوہے کے خول یا چمڑے کے اندر ڈال کرسی لیا جائے اور حائضہ عورتوں یا بچوں کو پہنایا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اِس کے جائز ہونے کی دلیل حضرت عمرو بن شعیب کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ انھیں گھبراہٹ سے بچنے کے لیے دعا کے یہ کلمات سکھاتے تھے: أَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِینِ أن یَحْضُرُونَ. حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے بالغ لڑکوں کو یہ دعا سکھاتے تھے اور نابالغوں کے گلوں میں لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔ امام ابوداؤد اور ترمذی نے اِس کو روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (المجموع شرح المهذب ۲۔۷۰)

امام اعظم ابو حنیفہ:

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ردالمحتار میں مجتبیٰ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ شفاء کے لیے قرآنی تعویذ کو گلے میں لٹکانا جائز ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے۔ پھر یہ لکھا ہے کہ یہ عمل آج

کل جاری ہے اور اِس کے جواز پر احادیث و آثار موجود ہیں:

وَعَلَى الْجَوَازِ عَمَلُ النَّاسِ الْيَوْمَ، وَبِهِ وَرَدَتْ الْآثَارُ وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَشُدَّ الْجُنُبُ وَالْحَائِضُ التَّعَاوِيذَ عَلَى الْعَضُدِ إِذَا كَانَتْ مَلْفُوفَةً اهـ .

ترجمہ: آج کل جواز پر لوگوں کا عمل ہے، اور اِسی پر آثار وارد ہیں اور اِس میں کوئی حرج نہیں کہ جنبی (ناپاک) شخص اور حائضہ اپنے بازو میں تعویذ باندھیں، جب کہ اُسے کپڑے، چمڑے وغیرہ میں لپیٹا گیا ہو۔ (ردالمحتار ج ۶ ،ص ۳۶۴ فصل فی النظر والمس)

ردالمحتار ہی میں خانیہ کے حوالے سے ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی محبت حاصل کرنے کے لئے آیات قرآنیہ کا تعویذ بنوائے تا کہ اُس کا شوہر اُس سے محبت کرے تو یہ حرام ہے، ایسا ہی جامع صغیر میں ہے۔ اِس کی توجیہ میں ابنِ وہبان نے کہا ہے کہ یہ اِس لیے ہے کہ یہ ایک قسم کا جادو ہے۔ اُس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابنِ عابدین شامی نے یہ لکھا ہے: **وَمُقْتَضَاهُ أَنَّهُ لَيْسَ مُجَرَّدَ كِتَابَةِ آيَاتٍ، بَلْ فِيهِ شَيْءٌ زَائِدٌ**۔ معلوم ہوتا ہے کہ اِس سے مراد وہ تعویذ نہیں ہے جس میں صرف قرآنی آیات لکھی ہوئی ہوں بلکہ کچھ دوسری چیز بھی لکھی ہو (جواز قبیل جادو ہو) (ایضاص ۴۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ ایسا تعویذ جس میں جادو منتر لکھا ہو تو اگر چہ اُس میں قرآن کی آیت بھی لکھی ہوئی ہو، وہ حرام ہے یا صرف قرآن کی آیات ہوں لیکن تعویذ کا مقصد شوہر کو ایسا تابعِ فرمان بنانا ہو کہ وہ عورت کی ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کرے تو ایسا تعویذ کرنا اور کروانا حرام ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ چاروں مذاہب کے ائمہ کے نزدیک بھی قرآنی تعویذ لکھنا لکھوانا اور جسم میں باندھنا جائز ہے۔ جن حدیثوں میں تعویذ باندھنے کو حرام یا شرک کہا گیا ہے اُس سے وہ تعویذ مراد ہے جس میں شرکیہ کلمات ہوں یا زمانہ جاہلیت کی طرح اُس میں جادو منتر کے الفاظ ہوں۔

علماء اہل حدیث کے اقوال سے دم اور تعویذ کے جواز کا ثبوت

مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے دم اور تعویذ کے جائز و ناجائز ہونے پر تفصیلی بحث ذکر کی ہے۔ یہاں اس کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے، تفصیل کے لئے اُن کی کتاب نیل الاوطار کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

شوکانی لکھتے ہیں: ''بعض لوگوں مثلاً ابن عبد البر اور بیہقی کا کہنا ہے کہ بلا کی آمد سے پہلے جھاڑ پھونک کروانا ممنوع ہے اور بلا کی آمد کے بعد جائز ہے، یہ بات کمزور ہے۔ بعض لوگ حدیثِ عمران بن حصین سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جھاڑ پھونک کروانا صرف نظر یا زہر اتارنے کے لئے جائز ہے۔ اُن کا یہ کہنا ہے کہ حدیث میں ہے کہ جھاڑ پھونک نہیں مگر نظر کے لئے یا زہر اتارنے کے لئے۔ اُن کی دلیل درست نہیں، کیوں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نظر اور زہر اتارنے کے لئے جھاڑ پھونک سب سے مفید علاج ہے۔ نظر سے اور بچھو وغیرہ کے ڈسنے سے آدمی کو تکلیف ہوتی ہے اور جن و شیطان کے اثر سے بھی جسم کو تکلیف ہوتی ہے، لہذا جس طرح نظر اور زہر اتارنے کے لئے دم کروانا جائز ہے اُسی طرح دوسرے جسمانی امراض کے لئے بھی دم کروانا جائز ہے۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسی جھاڑ پھونک اور علاج جس میں ضرر نہ ہو یا اُس سے شریعت نے منع نہ کیا ہو تو وہ جائز ہے، بشرطیکہ وہ جائز کلام سے ہو، خواہ کلام اللہ اور اسماء الٰہیہ سے ہو یا نہ ہو۔ (ملخصا: نیل الاوطار ۸۔۲۴۳)

سعودی عرب کے علما نے فقہی مسائل پر مشتمل ۴۵ جلدوں میں ایک مجموعہ تیار کیا ہے جو وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ کویت کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے، اُس کی جلد ۱۳، صفحہ ۳۲ پر قرآنی تعویذ لٹکانے کو جائز کہنے والوں کا یوں ذکر آیا ہے:

فَقَالَتْ طَائِفَةٌ يَجُوْزُ ذَالِكَ وَهُوَ قَوْلُ عَبدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ ظَاهِرُ مَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَبِهٖ قَالَ اَبُوْجَعْفَرَ وَاَحْمَدُ فِي رِوَايَةٍ وَحَمَلُوْا حَدِيْثَ النَّهْيِ عَنِ التَّمَائِمِ عَلٰى مَا فِيْهِ شِرْكٌ وَنَحْوُهُ مِنَ الرُّقَى الْمَمْنُوْعَةِ عَلٰى مَاتَقَدَّمَ بَيَانُهُ.

ترجمہ: ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ قرآنی تعویذ لٹکانا جائز ہے، یہی قول حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے یہی ظاہر ہے۔ یہی قول ابوجعفر (امام طحاوی) اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی ہے۔ انھوں نے تمائم سے ممانعت والی حدیث کو اُس تعویذ پر محمول کیا ہے جس میں شرک یا حرام چیز شامل ہو، جیسا کہ وہ ممنوع تعویذات جن کا بیان پہلے گزرا (یعنی جاہلیت کے تعویذات حرام ہیں)

ابن تیمیہ کے نزدیک دم اور تعویذ کی شرعی حیثیت

شیخ حسن محمد ایوب سابق استاذ جامعۃ الملک عبدالعزیز سعودیہ عربیہ نے شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے اِس بارے میں جو کچھ لکھا ہے اُس کا خلاصہ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

''سحر و آسیب زدہ انسان کے علاج کے تعلق سے کثیر علماء اسلام نے گفتگو کی ہے۔ اِس عنوان پر ابوالعباس ابن تیمیہ وغیرہ نے بہت لمبی گفتگو کی ہے۔ اِس پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اسلامی اصول پر مبنی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص پر جن مسلط ہو اُس کا علاج یا تو اِس طرح کیا جائے کہ جن کے ساتھ (مریض کو چھوڑنے کے لئے) مصالحت ومعاہدہ کرنے کا طریقہ اپنایا جائے یا پھر جھاڑ پھونک اور تعویذ کے ذریعہ اُسے بھگایا جائے۔ اُس کے لئے آیۃ الکرسی کا پڑھنا بہت موثر ہے۔ ابن تیمیہ نے بیان کیا ہے کہ اُس کے ذریعہ اللہ تعالی نے بہت سے مریضوں کو شفا عطا فرمایا ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ معالج (عامل) اگر جن کو خوف زدہ کر سکتا ہو تو خوف زدہ کر کے بھگائے اور ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مریض کو تعویذ لکھ کر پہنے یا لٹکانے کے لئے دے۔ اِس کے جائز ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ تعویذ میں غیر اللہ سے استعاذہ نہ ہو، کیوں کہ یہ شرک ہے۔ (واضح رہے کہ مطلق غیر اللہ سے استعاذہ شرک نہیں، شرک اُس وقت ہے جب کہ غیر اللہ کو حقیقی پناہ گاہ اور موثر سمجھا جائے۔ اللہ کے نبی، ولی یا فرشتہ کو اللہ کی پناہ کے لئے وسیلہ اور واسطہ سمجھ کر اُن سے پناہ طلب کرنا شرک نہیں۔ جیسا کہ محدث ابنُ السُّنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت علی رضی اللہ

عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر کسی شخص کو جنگل کے شیر کا خطرہ ہو تو یہ کہے: **اَعُوْذُ بِدَانِیَالَ وَبِالْجُبِّ مِنْ شَرِّ الْاَسَدِ.** (عمل الیوم واللیلۃ ا۔۳۰۸م غفرلہ) اس میں حضرت دانیال علیہ السلام سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔)

نیز تعویذ میں ایسے ناموں سے پناہ طلب نہ کی جائے جن کے معانی معلوم نہ ہوں کہ وہ اکثر اسماء الہیہ کے غیر ہوتے ہیں۔ بہر حال کسی بھی مباح چیز سے علاج کرنا جائز ہے اور ناجائز چیز سے جائز نہیں۔ آسیب وسحر زدہ شخص کا علاج جائز بلکہ مستحب اور کبھی واجب ہوتا ہے، جیسا کہ ابن تیمیہ نے کہا۔ کیوں کہ یہ مسلمان کی مدد اور مظلوم کی داد رسی کرنا ہے، اور مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے، لہذا یہ اُس شخص پر واجب ہے جو مشروع طریقے پر علاج کرنے پر قادر ہو۔ (تبسیط العقائد الاسلامیۃ ا۔۲۰۱)

☆ شیخ عبدالرحیم سُلمی جو مشہور غیر مقلد عالم شیخ بن باز کے شاگرد ہیں انھوں نے دم اور تعویذ کی دو قسمیں ذکر کی ہیں۔ شرکیہ دم وتعویذ اور شرعی دم وتعویذ۔ شرکیہ دم وتعویذ وہ ہے جس میں شرکیہ چیز ہو لیکن شرعی دم وتعویذ میں وہ دم اور تعویذ بھی داخل ہے جس میں جائز کلمات ہوں، چاہے وہ کلمات قرآن ودعاء ماثورہ سے ہوں یا نہ ہوں۔ شیخ سلمی لکھے ہیں:

وَالرُّقَی تَجُوزُ بغَیرِ الْقُرْآنِ وَبِغَیرِ السُّنَّةِ، یَعنِی :لَوْ أَنَّ إِنْسَاناً دَعَا دُعُاءً مُبَاحاً عَلٰی مَرِیضٍ، أو دَعَا لِنَفْسِهِ عَلٰی سَبِیلِ الْاِسْتِرْقَاءِ ، فَإِنَّ هٰذَا أَمْرٌ مُبَاحٌ لَا شَیءَ فِیهِ، کَمَا یَدُلُّ عَلَیهِ حَدِیثُ أَبِی مَالِکٍ الْأَشْجَعِی قَالَ :قَالَ النَّبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ :(اِعْرِضُوْا عَلَیَّ رُقَاکُمْ، لَا بَأسَ بِالرُّقَی مَا لَمْ تَکُنْ شِرْکاً.

ترجمہ :قرآن اور حدیث میں مذکور دعا کے علاوہ سے دم کرنا جائز ہے، اگر کوئی انسان کسی مریض پر جائز دعا کے کلمات پڑھ کر دم کرے یا اپنے اوپر دم کرے۔ کیوں کہ یہ امر مباح ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ اِس پر حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کی حدیث دلیل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اُن سے فرمایا: تم میرے سامنے جھاڑ پھونک کے کلمات پیش کرو۔ اُس جھاڑ پھونک میں گناہ نہیں جس میں شرک نہ ہو۔ (اصول العقیدۃ ۵۔۱۲)

اعداد والے تعویذات

باعتبارِ ابجد عربی حروف کے کچھ اعداد متعین کئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر الف کا ایک ، با کے دو، جیم کے تین ، دال کے چار، ھا کے پانچ ، واو کے چھ، زا کے سات، حا کے آٹھ، طا کے نو اور یا کے دس۔ پھر کاف کے بیس، لام کے تیس، میم کے چالیس، نون کے پچاس، سین کے ساٹھ، عین کے ستر، فا کے اسّی ، صاد کے نوّے، قاف کے ایک سو، را کے دو سو، شین کے تین سو، تا کے چار سو، ثا کے پانچ سو، خا کے چھ سو، ذال کے سات سو، ضاد کے آٹھ سو، ظا کے نو سو، غین کے ایک ہزار۔ بالترتیب ان حروف پر مشتمل کلمات درج ذیل ہیں:

ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ

قرآنی آیات وسورتوں کے تعویذات کو ناپاکی کی حالت میں لکھنا اور اُن کو کسی پاک وجائز چیز کے خول میں بند کئے بغیر یا موم جامہ کئے بغیر بلا حائل ناپاکی کی حالت میں چھونا اور پہننا جائز نہیں، لیکن اعداد والے تعویذات کو ناپاکی کی حالت میں بلا حائل چھونا اور پہننا ناجائز نہیں، اگر چہ نہ چھونا افضل ہے۔

بحسابِ ابجد بعض آیات اور کلماتِ دعا کے حروف کے اعداد سے بھی تعویذات تیار کئے گئے ہیں۔ یہ قرآن کی تحریف نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ مفسر قرآن علامہ احمد بن محمد الخلوتی الصاوی [وفات: ۱۲۴۱ھ] نے یہ لکھا ہے:

وَمَا يَقَعُ مِنَ التَّمَائِمِ والأوفاق بِقَصْدِ مُجَرَّدِ التَّبَرُّكِ بِالْأَعْدَادِ الْهِنْدِيَّةِ الْمُوَافِقَةِ لِلْحُرُوفِ فَلَا بَأْسَ بِهَا۔

ترجمہ :حروف کے موافق اعداد والے (قرآنی) تعویذات جو محض تبرک کے قصد سے پہنے جاتے ہیں، اُن کو (بے وضو) چھونے میں کوئی گناہ نہیں۔(حاشیۃ الصاوی علی الشرح الکبیر ا۔۱۵۰)

فقیہ اسلام امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے ایک سوال کے جواب میں یہ تحریر فرمایا: غیر مسلم کو آیات قرآنی لکھ کر ہرگز نہ دی جائیں کہ اِساءتِ ادب (بے ادبی) کا

مَظَنَّہ (گمان) ہے۔ بلکہ مطلقاً اسماءِ الٰہیہ ونقوشِ مطہرہ نہ دیں کہ اُن کی بھی تعظیم واجب۔ بلکہ دیں تو اُن کے اعداد لکھ کر دیں۔ (فتاوی رضویہ ۲۳۔ ۳۹۷: رضا فاونڈیشن لاہور)

ایک اور جگہ پہ یہ لکھا ہے : کافر کو اگر تعویذ دیا جائے تو مضمر، جس میں ہندسے ہوتے ہیں۔ نہ کہ مُظہر، جس میں کلام الٰہی و اسماء الٰہی کے حروف ہوتے ہیں۔ (ایضا ۲۴۔ ۱۹۷)

دم اور تعویذ پر اجرت لینا؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ بغیر کسی اجرت کے قرآن، دعا و ذکر اور جائز تعویذات کے ذریعہ مریضوں، حاجت مندوں اور پریشان حال لوگوں کا علاج کرنا بہت بڑا کارِ ثواب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والے (اللہ اور اُس کے فرشتے) رحم کریں گے۔ (سنن ابی داوٗد باب فی الرحمۃ۔ صحیح)

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو مومن کسی مومن کی پریشانی دور کرے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اُس کی پریشانی دور فرمائے گا اور جو کسی کی مشکل کو آسان کرے گا اللہ تعالی دنیا و آخرت میں اس کی مشکل کو آسان فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۶۹۹)

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ساری مخلوق اللہ تعالی کا کنبہ (محتاج) ہے، لہٰذا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بندہ وہ ہے جو اُس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرے (شعب الایمان ۷۰۴۸)

خدمتِ خلق قربِ الٰہی کا اہم ذریعہ ہے اور بغیر اجرت کے دم و تعویذ کرنا بھی خدمتِ خلق ہے، اِسی بنا پر بہت سے بزرگانِ دین نے اِس عمل کو اختیار فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی مجبور بندہ دل سے دعا کرتا ہے تو اللہ اُسے ضرور قبول فرماتا ہے، مجبور اور پریشان حال لوگوں کو دعا و تعویذ کے ذریعہ جب فائدہ حاصل ہوتا ہے اور وہ دل سے دعا کرتے ہیں تو دعا، تعویذ دینے والے کے حق میں اُن کی دعا بارگاہِ رب العزت میں مقبول

ہو جاتی ہے۔لہذا دعا و تعویذ کرنے والوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ یہ کام خدمتِ خلق کے جذبے سے بغیر اجرت کے انجام دیں۔اگر کوئی نذر پیش کرے تو قبول کریں کہ ہدیہ قبول کرنا سنتِ رسول ہے۔

یہ بات تو طے ہے کہ بغیر اجرت کے دعا تعویذ کرنا خدمتِ خلق اور کارِ ثواب ہے،لیکن سوال یہ ہے کہ کیا دم اور تعویذ پر اجرت لینا حرام و نا جائز ہے؟ تو اُس کو نہ مطلق نا جائز و حرام کہا جا سکتا ہے نہ مطلق جائز۔اُس کے جائز و نا جائز ہونے میں تفصیل ہے۔ حرام ہے جب کہ اُس میں نا جائز چیز شامل ہو۔اگر دم و تعویذ کے کلمات خلافِ شرع ہوں،جیسا کہ بعض سفلی عاملین کا عمل ہے کہ بعض صورتوں میں وہ شرک بھی ہوتا ہے۔ایسے عاملین اگر چہ دنیا والوں کی نظر میں مسلمان ہوں لیکن وہ اپنے کفری عمل کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں۔والعیاذ باللہ تعالی۔

دم و تعویذ میں خلافِ شرع کوئی بات نہ ہو لیکن اُس میں یہ عقیدہ شامل ہو کہ بہر حال تعویذ سے فائدہ ہوگا،یعنی تعویذ کو موثر حقیقی سمجھا جائے تو یہ بھی کفر ہے۔اگر چہ مسلمان ایسا عقیدہ نہیں رکھتا،پھر بھی تعویذ دینے والا لینے والے کے سامنے یہ کہے کہ ان شاء اللہ تمہارا مقصد پورا ہوگا،تا کہ اللہ پر توکل رہے۔

تعویذ میں خلافِ شرع بات نہ ہو لیکن تعویذ دینے والا تعویذ لینے والے سے جھوٹ بولے کہ اُسے آسیب ہے،چڑیل ہے،خبیث ہے،حالاں کہ اُس کو یہ علم ہو کہ اُسے جسمانی بیماری ہے۔یا تعویذ مانگنے والے سے پیسہ اینٹھنے کے لیے اُسے خوف زدہ کرے،اُس کے ساتھ دھوکہ کرے،اُس کی مجبوری کا فائدہ اٹھائے،تو یہ بھی سخت حرام ہے،اُس سے جو مال کمایا جائے گا وہ حرام ہے،اس کے لئے جہنم کا ایندھن ہے۔

تعویذ دینے والا نرا جاہل ہو،اُسے حرام و جائز تعویذ کا علم نہ ہو بلکہ سرے سے شریعت کا علم ہی نہ ہو اور وہ لوگوں کو دھوکا دے کر بابا گری کے ذریعہ مال حاصل کرتا ہو تو ایسا شخص بھی عذابِ نار کا مستحق ہے اور اس طرح سے کمایا ہوا مال حرام ہے۔ایسوں سے تعویذ کروانا جائز نہیں۔

مسلمانوں کا حالِ زار اور باباؤں کا کاروبار

آج کل مسلمانوں کا حال بھی عجیب ہے۔ایمان کی کمزوری کے نتیجے میں اُن کے اندر توہم پرستی، دین سے بیزاری، توکل علی اللہ میں کمی، کاروبار دنیا میں سستی و کاہلی، پست ہمتی اور بزدلی جیسے اوصاف غالب آ گئے ہیں۔انھیں کوئی پریشانی اور مصیبت آتی ہے تو اُس پر صبر کرنے، اللہ کی بارگاہ میں رونے گڑگڑانے کے بجائے دنیادار عاملوں، باباؤں کے پیچھے دوڑتے ہیں۔کاروباری الجھنوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے اللہ کے حضور ہاتھ پھیلانے کے بجائے تعویذ گنڈے والوں کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔نبوی نسخہ ہے کہ صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے، لیکن لوگ بلاؤں سے بچنے کے لئے محتاجوں کے خالی ہاتھوں میں کچھ رکھنے کے بجائے باباؤں کی جیب بھر آتے ہیں۔حدیث شریف میں دعا کو مومن کا ہتھیار کہا گیا ہے۔یہ بھی آیا ہے کہ اللہ حی و کریم ہے، اُسے اِس بات سے حیا آتی ہے کہ کوئی بندہ اُس کے سامنے اپنے خالی ہاتھوں کو پھیلائے اور وہ اُسے یوں ہی واپس لوٹا دے۔مسلمانوں نے اِس نسخے کو بھلا دیا ہے۔

لوگوں کے ایمان و یقین میں کس قدر کمزوری آ گئی ہے کہ ایک عالمِ باعمل کسی کو بلا معاوضہ تعویذ لکھ کر دیتا ہے تو تعویذ لینے والا یہ تصور کرتا ہے کہ یہ تعویذ مضبوط نہیں۔چنانچہ وہ یہ کہتا ہے کہ مولانا صاحب! مضبوط تعویذ دیجئے، چاہے جتنا پیسہ لگے۔گویا اُس کے نزدیک تعویذ جتنے زیادہ پیسے کا ہوگا اُس سے اتنا ہی زیادہ فائدہ ہوگا۔درحقیقت یہ گمرہی دنیادار باباؤں کی پھیلائی ہوئی ہے کہ تعویذ جتنا زیادہ دام کا ہوگا اتنا ہی زیادہ کام کا ہوگا۔

مسلمان اپنی ایمانی کمزوری کی بنا پر توہم پرستی کے شکار ہو چکے ہیں۔گھر میں بلی نے چوہا کھایا، خون کے دھبے نظر آئے، اب کیا تھا دیکھتے ہی سیدھے عامل صاحب کے پاس پہنچے کہ پڑوس نے گھر میں جادو کر دیا ہے۔کسی شریر نے رات کی تنہائی میں گھر میں ڈھیلا پھینکا، گھر والے کو یقین ہو گیا کہ یہ سب آسیب اور جن کا چکر ہے۔جسمانی بیماری ہے مگر وہم مسلط ہے کہ دشمن نے سحر کر دیا ہے۔کاروبار میں امانت داری، حسنِ اخلاق اور محنت و لگن نہ

ہونے کی وجہ سے بے برکتی ہے لیکن وہم ہے کہ کسی نے بندش کرادی ہے۔
اس بات کو یکسر ٹھکرایا نہیں جاسکتا کہ آسیبی خلل ہوتا ہے، سحر جادو کا اثر ہوتا ہے، نظر لگتی ہے، لیکن ہر چیز کو سحر، آسیب اور نظر بد کا نتیجہ سمجھ لینا سراسر توہم پرستی ہے۔ ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کی اِسی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے باباؤں اور ڈھونگی عاملوں نے اپنی دوکانیں سجا رکھی ہیں اور اُن کا پُر فریب کاروبار خوب زوروں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اصلاحِ حال کی توفیق عطا کرے۔

مسلمان توہم پرستی سے دور رہیں۔ ہر تکلیف و پریشانی کو جن بھوت اور سحر کے اثرات نہ سمجھیں۔ اگر جسمانی بیماری ہو تو قابلِ اعتماد ماہر ڈاکٹر سے علاج کروایا جائے، کیوں کہ ہمارے نبی ﷺ نے علاج و معالجہ کی ہدایات دی ہیں۔ ہمارے نبی کا فرمان ہے کہ ہر بیماری کے لئے دوا ہے۔ ڈاکٹری علاج کے ساتھ قرآنی آیات اور مسنون دعائیں پڑھ کر مریض پر دم کیا جائے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے دم کرنا بھی ثابت ہے۔ اگر خود قرآن پڑھنا نہ جانتا ہو یا مسنون دعائیں یاد نہ ہوں تو مسلمان ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن پڑھنا سیکھے، مسنون دعائیں یاد کرے اور تلاوتِ قرآن سے اپنے گھر کو بابرکت بنائے۔ جس گھر میں پابندی سے قرآن کی تلاوت ہوگی اُس میں جن بھوت نہیں رہیں گے۔ اُس میں خیر و برکت ہوگی۔ گھر کے در و دیوار پر جاندار کی تصویر نہ لٹکائے کہ حدیث شریف میں ہے: جس گھر میں جاندار کی تصویر ہوتی ہے اُس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ گھر کے ماحول کو اسلامی بنائے۔ خود نمازی بنے، اپنی اولاد اور گھر کے تمام افراد کو بھی نمازی بنائے۔ گھر کے ہر فرد کو ترغیب دے کہ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا کرے، کیوں کہ ''ہر درد کی دوا ہے صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ''

اہلِ خانہ کے دلوں میں حبِّ رسول کی شمع روشن کرے۔ بچوں کو عشق رسول پر مشتمل صحابہ کے حالات سنائے۔ سیرت النبی اور سیرت صحابہ اور بزرگانِ دین کے نصیحت آمیز واقعات بیان کرے۔ اِس طرح کا ماحول پیدا ہونے سے ہر مسلمان کے گھر میں دینی شعور و آگہی کے دروازے کھلیں گے۔ محبتِ رسول کا جذبہ دلوں میں جاگزیں ہوگا۔ نیکی

و پرہیزگاری کی فضا قائم ہوگی۔گھر میں خوش حالی اور اطمینان وسکون کا دور دورہ ہوگا۔ بلاؤں مصیبتوں سے حفاظت ہوگی۔ جنات وشیاطین دور بھاگیں گے۔نظر بد وسحر سے امن وامان ملے گا۔جب مسلمانوں میں دینی شعور بیدار رہے گا تو توہم پرستی کا خاتمہ ہوگا اور فراڈی باباؤں کی دوکان داری خود بخود ٹھپ پڑ جائے گی۔

سادھوؤں اور پنڈتوں سے جھاڑ پھونک کرانا؟

بعض جاہل ،ضعیف الاعتقاد مسلمان جھاڑ پھونک کرانے، فال کھلوانے اور ہتھیلی کی لکیریں دکھانے کے لئے سادھوؤں اور پنڈتوں کے پاس بھی چلے جاتے ہیں۔ یہ سخت حرام بلکہ ایمان کی بربادی اور آخرت کی ہلاکت کا سبب ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جادوگر اور کاہن وعرّاف (مستقبل کی خبریں بتانے والے) کے پاس گیا اور اُن کی باتوں کو صحیح سمجھا اُس نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین کے ساتھ کفر کیا۔(مسند ابوداؤد طیالسی ۱/۱۳۰۱)
خبردار خبردار! کوئی مسلمان ہرگز ہرگز جھاڑ پھونک یا فال نکلوانے کے لئے کسی بھی سادھو، پنڈت وغیرہ کے پاس نہ جائے۔اگر غلطی سے کسی نے ایسا کرلیا ہے تو اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرے اور آئندہ اِس طرح کے ناجائز وحرام کام نہ کرنے کا عہد کرے۔

محدثین وفقہاء کے نزدیک دم وتعویذ پر اجرت لینا

☆ دھوکہ، جھوٹ وغیرہ ناجائز امور سے دور رہ کر جائز تعویذ وجھاڑ پھونک پر مناسب اجرت لینا حرام نہیں۔جیسا کہ صحیح احادیث ،اقوال محدثین وفقہاء سے یہ بات ثابت ہے۔سب سے پہلے ہم اُس حدیث کو نقل کریں گے جس سے محدثین وفقہاء نے دم اور تعویذ پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے، اُس کے بعد محدثین وفقہاء کے اقوال کو بھی پیش کریں گے۔

حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوا

بِمَاءٍ، فِيهِمْ لَدِيغٌ أَوْ سَلِيمٌ، فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ، فَقَالَ :هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ، إِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيغًا أَوْ سَلِيمًا، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى شَاءٍ، فَبَرَأَ، فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَكَرِهُوا ذَلِكَ وَقَالُوا :أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا، حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ، فَقَالُوا :يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت پانی کے ایک چشمے کے پاس سے گزری۔ چشمے کے پاس ایک آدمی کو بچھو نے ڈنک مار دیا تھا یا سانپ نے کاٹ لیا تھا۔ وہاں سے ایک آدمی آیا اور بولا: کیا تم میں کوئی آدمی جھاڑ پھونک کرتا ہے؟ چشمے کے پاس ایک شخص کو بچھو یا سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ صحابہ کی جماعت کا ایک آدمی وہاں پہنچا اور کچھ بکریاں لینے کی شرط لگا کر اُس شخص پر سورہ فاتحہ کو پڑھ کر دم کیا تو زہر اتر گیا۔ وہ شخص بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو انھوں نے اُس کے عمل کو ناپسند کیا اور کہا: تو نے اللہ کی کتاب کے بدلے میں اجرت حاصل کی! پھر وہ مدینہ آئے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ کہا کہ یا رسول اللہ اِس شخص نے اللہ کی کتاب کے بدلے میں اجرت کمائی ہے۔ اُن کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک کتاب اللہ سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اُس پر اجرت لو۔

(صحیح مسلم: ۷۔۱۳۱ باب الشرط فی الرقیۃ بقطیع من الغنم)

تخریج حدیث:

یہ حدیث الفاظ کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ صحاح ستہ میں موجود ہے۔

علاوہ ازیں حدیث مذکور کو امام بیہقی نے **السُّنَنُ الْكُبْرىٰ** میں، بغوی نے **شَرْحُ السُّنَّة بَابُ اَخْذِالْاُجْرَةِ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالرُّقْيَةِ بِهِ** میں، ابن حبان نے اپنی صحیح باب **ذِكْرِ الْاِبَاحَةِ لِلْمَرْءِ اَخْذُ الْاُجْرَةِ الْمُشْتَرَطَةِ فِي الْبِدَايَةِ عَلٰى الرُّقىٰ** میں، ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف **بَابٌ فِي الْاَخْذِ عَلٰى الرُّقْيَةِ مَنْ رَخَّصَ فِيهَا** میں، ابن

الجارود نے المُنتقیٰ بَابٌ فِی التِّجارَاتِ میں، دار قطنی نے اپنی سُنَن کِتَابُ البُیُوعِ میں، طحاوی نے شَرحُ مَعَانِی الآثَارِ بَابُ الاِستِئجَارِ عَلیٰ تَعلِیمِ القُرآنِ هَلْ یَجُوزُ میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

شرح حدیث:

☆ اِس حدیث کی شرح میں امام طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے یہ لکھا ہے:

لَا بَأْسَ بِالاِستِئجَارِ عَلَى الرُّقَى وَالعِلَاجَاتِ كُلِّهَا وَإِنْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّ الْمُسْتَأْجَرَ عَلَى ذٰلِکَ قَدْ يَدْخُلُ فِيمَا يُرْقَى بِهِ بَعْضُ الْقُرْآنِ لِأَنَّهُ لَيْسَ عَلَى النَّاسِ أَنْ يَرْقِيَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَإِذَا اسْتُؤْجِرُوا فِيهِ عَلَى أَنْ يَعْمَلُوا مَا لَيْسَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَعْمَلُوهُ جَازَ ذٰلِکَ

ترجمہ: جھاڑ پھونک اور ہر قسم کے علاج و معالجہ میں اجرت لینا گناہ نہیں، اگرچہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ اجرت کبھی قرآن کے ذریعہ جھاڑ پھونک پر لی جاتی ہے۔ یہ جائز اس لئے ہے کہ اگر کسی پر یہ واجب نہیں کہ وہ جھاڑ پھونک کر کے لوگوں کا علاج کرے، لہذا جو چیز آدمی پر واجب نہیں اُس پر اجرت لینا جائز ہے۔ (شرح معانی الآثار ۴۔۱۲۶)

☆ حدیث مذکور کی شرح میں شارح بخاری امام عینی نے یہ لکھا ہے:

وَقَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي أَخْذِ الْأَجرِ عَلَى الرُّقيَةِ بِالْفَاتِحَةِ، وَفِي أَخْذِهِ عَلَى التَّعْلِيمِ، فَأَجَازَهُ عطاءٌ وَأَبُو قلابَة، وَهُوَ قَولُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيّ وَأحمدَ وَأبي ثَوْرٍ، وَنَقله الْقُرْطُبِيّ عَن أبي حنيفَةَ فِي الرُّقيَة، وَهُوَ قَولُ إِسْحَاقَ

ترجمہ: علماء کا اختلاف ہے کہ سورہ فاتحہ کے ذریعہ دم کرنے پر اور تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں۔ عطا اور ابو قلابہ نے جائز کہا۔ یہی امام مالک، شافعی، احمد اور ابو ثور کا قول ہے۔ قرطبی نے دم کے تعلق سے امام ابو حنیفہ سے جواز کا قول نقل کیا ہے۔ یہی قول امام اسحاق کا بھی ہے۔ (عمدۃ القاری ۱۲،۹۵)

☆ شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانی نے یہ لکھا ہے:

وَقَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَىٰ جَوَازِ الرُّقَىٰ عِنْدَ اجْتِمَاعِ ثَلَاثَةِ شُرُوطٍ أَنْ

یَکُوْنَ بِکَلَامِ اللّٰہِ تَعَالیٰ أَوْ بِأَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَبِاللِّسَانِ العَرَبِیِّ أَوْ بِمَا یُعْرَفُ مَعْنَاہُ مِنْ غَیْرِہٖ وَأَنْ یَعْتَقِدَ أَنَّ الرُّقْیَۃَ لَا تُؤَثِّرُ بِذَاتِھَا بَلْ بِذَاتِ اللّٰہِ تَعَالیٰ

ترجمہ: علماء کا اتفاق ہے اِس پر کہ تین شرطیں ہوں تو جھاڑ پھونک پر اجرت لینا جائز ہے۔(۱) اللہ تعالی کے کلام، اُس کے نام اور صفات سے جھاڑ پھونک ہو (۲) عربی زبان میں یا ایسی زبان میں ہو جس کا معنی معلوم ہو (۳) یہ عقیدہ ہو کہ جھاڑ پھونک کا عمل خود کچھ اثر انداز نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے اثر پیدا کرنے سے اُس میں اثر پیدا ہوتا ہے (فتح الباری ۱۰۔۱۹۵)

☆ امام مسلم نے حدیث مذکور کے لئے یہ عنوان قائم کیا ہے: **بَابُ جَوَازِ اَخْذِ الاُجُرَۃِ عَلیٰ الرُّقْیَۃِ** (دم اور جھاڑ پھونک پر اجرت لینے کے جائز ہونے کا بیان) اِس سے پتہ چلتا ہے کہ امام مسلم کے نزدیک بھی جھاڑ پھونک اور تعویذ پر اجرت لینا جائز ہے۔

☆ اسی طرح امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام بیہقی، امام بغوی، امام ابن حبان، امام ابن ابی شیبہ وغیرھم کے نزدیک بھی دم وتعویذ پر اجرت لینا جائز ہے، کیوں کہ اُن محدثین نے حدیثِ مذکور کو اجرت لینے کے جواز کے عنوان کے تحت درج کیا ہے۔

☆ البنایہ شرح الھدایہ میں ہے: **وَالرُّقْیَۃُ نَوعُ مُدَاوَاۃٍ، وَالْمَأخُوْذُ عَلَیْہِ جُعْلٌ، وَالْمُدَاوَاۃُ یُبَاحُ اَخْذُ الْأَجْرِ عَلَیْھَا**

ترجمہ: دم ایک قسم کا علاج ہے، اُس پر جو عوض لیا جائے وہ اجرت ہے اور علاج پر اجرت لینا جائز ہے۔ (البنایہ ۱۰۔۲۸۱)

اسی میں ہے:

☆ فقہ حنفی کی معتبر کتاب الھدایہ کی شرح البنایہ میں ہے: **اِنَّ الرُّقْیَۃَ لَیْسَتْ بِقُرْبَۃٍ مَحْضَۃٍ فَجَازَ اَخْذُالاُجْرَۃِ عَلَیْھَا**۔ ترجمہ: جھاڑ پھونک کرنا خالص عبادت نہیں لہذا اُس پر اجرت لینا جائز ہے (البنایۃ ۱۰۔۲۸۱)

☆ ردالمحتار میں ہے: **جَوَّزُوْاالرُّقْیَۃَ بِالْأُجْرَۃِ وَلَوْ بِالْقُرْآنِ کَمَا ذَکَرَہٗ**

الطَّحَاوِی اَنَّهَا لَیْسَتْ عِبَادَةً مَحْضَةً بَلْ مِنَ التَّدَاوِیْ.

ترجمہ: فقہاء متقدمین نے جھاڑ پھونک پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے، اگرچہ قرآن سے ہو۔ جیسا کہ طحاوی نے ذکر کیا ہے، کیوں کہ یہ خالص عبادت نہیں، بلکہ ایک قسم کا علاج ہے۔ (ردالمحتار ۶۔۵۷ باب الاستئجار علی المعاصی)

☆ ابوحفص سراج الدین عمر بن اسحاق حنفی متوفی ۷۷۳ھ نے یہ لکھا ہے: **اِنَّ الرُّقْیَةَ لَیْسَتْ بِقُرْبَةٍ مَحْضَةٍ فَجَازَ اَخْذُ الْاُجْرَةِ عَلَیْهَا۔**

ترجمہ: جھاڑ پھونک کرنا خالص عبادت نہیں، لہٰذا اُس پر اجرت لینا جائز ہے۔ (الغرة المنیفۃ فی تحقیق بعض مسائل الامام ابی حنیفۃ ۱۔۱۱۸)

☆ جمال الدین ابومحمد علی انصاری خزرجی متوفی ۶۸۶ھ نے یہ لکھا ہے: **اِنَّ الرُّقْیَةَ لَیْسَتْ بِقُرْبَةٍ مَحْضَةٍ فَجَازَ اَخْذُ الْاَجْرِ عَلَیْهَا وَكَذَالِکَ عَلٰی الْعِلَاجَاتِ كُلِّهَا۔**

ترجمہ: جھاڑ پھونک کرنا خالص عبادت نہیں لہذا اُس پر اجرت لینا جائز ہے جیسا کہ تمام علاج پر اجرت لینا جائز ہے۔ (اللباب فی الجمع بین السنة والکتاب ۲۔۵۳۴)

☆ احمد بن غانم مالکی متوفی ۱۱۲۶ھ نے یہ لکھا ہے:

وَیَجُوْزُ اَخْذُ الْعِوَضِ عَلٰی الرُّقْیَةِ كَمَا فِیْ قَضِیَّةِ الرَّهْطِ الْمَشْهُوْرَةِ فِیْ بَابِ الْجُعْلِ حِیْنَ لُدِغَ كَبِیْرُهُمْ وَرَقَاهُ بَعْضُ اَصْحَابِ الرَّسُوْلِ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

ترجمہ: جھاڑ پھونک پر اجرت لینا جائز ہے، جیسا کہ اِس باب میں صحابہ کی ایک جماعت کا مشہور واقعہ ہے کہ کسی قوم کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا تھا اور کسی صحابی نے دم کر کے اس کا علاج کیا تھا۔ (الفواکہ الدوانی ۲۔۱۱۱)

پھر ایک جگہ یہ لکھا ہے: **وَقَدْ مَضٰی عَمَلُ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی ذَالِکَ فِیْ سَائِرِ الْاَقْطَارِ عَلٰی تَوَالِی الْاَعْصَارِ.** ہر دور میں تمام بلاد میں مسلمانوں کا یہ عمل جاری رہا ہے۔ (ایضا ۲۔۳۴۰)

☆ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ نے اپنی کتاب بدایۃ المجتھد جلد۴ صفحہ ۲۰ کتاب الجعل میں لکھا ہے کہ جھاڑ پھونک پر عوض (اجرت) لینا جائز ہے۔

☆ابوالحسن علی العدوی المالکی (وفات:۱۱۸۹ھ) کی کتاب حاشیۃ **العدوی علی کفایۃ الطالب الربانی** میں ہے: **وَلَا خِلَافَ فِی جَوَازِہٖ فِیما قَلَّ وَاختُلِفَ فِیما کَثُرَ وَالمَذھَبُ الجَوازُ.**

ترجمہ : دم وتعویذ پر اجرت لینے کے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اگر اجرت کم ہو، اور زیادہ ہو تو اُس کے جواز میں اختلاف ہے، اور مذہب مالکیہ یہ ہے کہ جائز ہے۔(حاشیۃ العدوی ۲۔۱۹۲)

☆احمد بن محمد ابن حجر ہیتمی شافعی نے یہ تحریر کیا ہے:

تَجُوزُ الْجَعَالَۃُ عَلَی الرُّقْیَۃِ بِجَائِزٍ کَمَا مَرَّ وَتَمْرِیضِ مَرِیضٍ وَمُدَاوَاتِہٖ۔ جائز جھاڑ پھونک پر اجرت لینا جائز ہے جیسا کہ مریض کے علاج ومعالجہ پر اجرت لینا جائز ہے(تحفۃ المحتاج فی شرح المنھاج ۶۔۳۷۲)

☆یہی بات فقہ شافعی کی کتاب حاشیۃ الجمل علی شرح المنھج جلد۳ صفحہ ۶۲۱ کتاب الجعالۃ میں ہے۔

☆امام نووی نے امام زرکشی کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ حدیث رُقیہ سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ مریض کو جس چیز سے فائدہ ہو چاہے وہ دوا ہو یا جھاڑ پھونک، اس پر اجرت لینا جائز ہے(المجموع شرح المھذب ۱۵۔۱۱۶ باب الجعالۃ)

☆ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ نے یہ لکھا ہے:

فَاَمَّا الْاَخْذُ عَلَی الرُّقْیَۃِ فَاِنَّ اَحْمَدَ اِخْتَارَ جَوَازَہٗ وَقَالَ لَابَاسَ بِہٖ وَذَکَرَ حَدِیثَ اَبِی سَعِیدٍ وَالْفَرْقُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ مَا اخْتُلِفَ فِیْہِ اَنَّ الرُّقْیَۃَ نَوعُ مُدَاوَاۃٍ وَالْمَاخُوذَ عَلَیْھَا جُعْلٌ وَالْمُدَاوَاۃُ یُبَاحُ اَخْذُ الْاَجْرِ عَلَیْھَا.

ترجمہ: جھاڑ پھونک پر اجرت لینے کو امام احمد نے جائز کہا ہے اور کہا ہے کہ اُس میں کوئی گناہ نہیں۔ پھر اُس کی دلیل میں حدیثِ ابوسعید خدری کو ذکر کیا۔ دم وتعویذ پر اجرت لینے

اور طاعات پر اجرت لینے میں فرق ہے۔ دم و تعویذ کا عمل ایک قسم کا علاج ہے، اس پر جو عوض لیا جائے وہ اجرت ہے اور علاج پر اجرت لینا مباح ہے۔ (الشرح الکبیر علی متن المقنع ٦۔٦٥)

☆ ابن مفلح حنبلی متوفی ۸۸۴ھ نے یہ لکھا ہے:

وَاَمَّا الرُّقْیَةُ فَنَصَّ اَحْمَدُ عَلٰی جَوَازِہٖ لِاَنَّھَا مُدَاوَاۃٌ وَالْمَاخُوْذُ عَلَیْھَا جُعْلٌ۔ دم و تعویذ کو امام احمد نے جائز کہا ہے کیوں کہ یہ ایک قسم کا علاج ہے اور اُس پر جو عوض لیا جاتا ہے وہ اجرت ہے۔ (المبدع فی شرح المقنع ۴۔۴۳۱)

☆ ابن قدامہ حنبلی نے دم و تعویذ پر اجرت لینے کے جواز کی دلیل دیتے ہوئے یہ لکھا ہے: **وَاَخَذَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ** ﷺ **الْجُعْلَ عَلَی الرُّقْیَةِ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَاَخْبَرُوْا بِذَالِکَ النَّبِیَّ** ﷺ **فَصَوَّبَھُمْ فِیْہِ**۔

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب نے کتاب اللہ کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنے پر اجرت لی اور جب رسول اللہ ﷺ کو اُس کی خبر دی تو آپ نے اُن کے عمل کو درست قرار دیا۔ (المغنی ۳۔۲۲۴ فصل الاستئجار علی الحج)

علماء اہل حدیث کے نزدیک دم و تعویذ پر اجرت لینا

اب ہم بعض علماء غیر مقلدین کے اقوال سے یہ ثابت کریں گے کہ انھوں نے بھی دم اور جھاڑ پھونک پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے۔

☆ وہابیوں غیر مقلدوں کے امام شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی (موت: ۱۲۰۶ھ) نے بھی دم اور جھاڑ پھونک پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے اور امام احمد بن حنبل کے حوالے سے یہ لکھا ہے: **فَاَمَّا الْاَخْذُ عَلَی الرُّقْیَةِ فَاِنَّ اَحْمَدَ اِخْتَارَ جَوَازَہٗ لِاَنَّھَا نَوْعُ مُدَاوَاۃٍ**۔ جھاڑ پھونک پر اجرت لینے کو امام احمد بن حنبل نے جائز کہا ہے۔ کیوں کہ یہ ایک قسم کا علاج ہے۔ (مختصر الانصاف و شرح الکبیر ا۔۵۷۳)

☆ اہل حدیث مفتی شیخ محمد بن صالح عثیمین نے دم پر اجرت لینے کو جائز کہتے ہوئے

اس کی دلیل میں یہ لکھا ہے: **اِنَّ الرَّسُوْلَ ﷺ اَجَازَ اَخْذَ الْجُعْلِ عَلَی الرُّقْیَةِ فِیْ حَدِیْثِ اللَّدِیْغِ ۔**

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے دم پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے، یہ بات اُس حدیث سے ثابت ہے جس میں سانپ کے ڈسے ہوئے سردار کو دم کرنے کا ذکر ہے۔(الشرح الممتع علی زاد المستقنع ۱۰۔۱۰)

☆ محمد بن محمد شنقیطی نے اس کے جواز کی دلیل ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:

اِنَّهٗ یَجُوْزُ اَخْذُ الْعِوَضِ لِاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَجَازَ لِهٰؤُلَاءِ الصَّحَابَةِ اَخْذَ الْجُعْلِ وَعَدَّهٗ غَیْرَ قَادِحٍ فِیْ کَوْنِ الْعَمَلِ قُرْبَةً وَقَالَ اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا کِتَابُ اللّٰهِ.

ترجمہ: دم پر اجرت لینا جائز ہے، کیوں کہ نبی ﷺ نے صحابہ کو اُس کی اجازت دی اور اُس عمل کو قربت کے خلاف قرار نہیں دیا اور فرمایا: جس چیز پر اجرت لینے کا تم کو سب سے زیادہ حق ہے وہ اللہ کی کتاب ہے۔(شرح زاد المستقنع ۲۱۶۔۴)

☆ کویت کی **وزارة الاوقاف والشئون الاسلامیه** کے زیر اہتمام ۱۴۲۷ھ میں سلفی علماء کے فتاوی اور ابحاث کا ایک مجموعہ الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ۴۵ جلدوں میں شائع ہوا ہے۔اس کی جلد ۱۳ صفحہ ۳۴ پر یہ لکھا ہے:

ذَهَبَ جُمْهُوْرُ الْفُقَهَاءِ اِلٰی جَوَازِ اَخْذِ الْاُجْرَةِ عَلَی التَّعَاوِیْذِ وَالرُّقٰی وَاِلَیْهِ ذَهَبَ عَطَاءٌ وَاَبُوْ قِلَابَةَ وَاَبُوْ ثَوْرٍ وَاِسْحَاقُ وَاسْتَدَلُّوْا بِحَدِیْثِ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ الَّذِیْ سَبَقَ ذِکْرُهٗ وَاسْتَدَلَّ الطَّحَاوِیْ لِلْجَوَازِ وَقَالَ یَجُوْزُ اَخْذُ الْاَجْرِ عَلَی الرُّقٰی لِاَنَّهٗ لَیْسَ عَلَی النَّاسِ اَنْ یَرْقِیَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.

ترجمہ: جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ تعویذات اور دم پر اجرت لینا جائز ہے۔یہی عطاء، ابو قلابہ، ابو ثور اور اسحاق کا مذہب ہے، انھوں نے اُس کی دلیل میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ کی حدیث کو پیش کیا ہے اور طحاوی نے اُس کی دلیل میں یہ کہا ہے کہ دم پر

اجرت لینا جائز اس لئے ہے کہ لوگوں پر واجب نہیں کہ وہ دم کے ذریعہ ایک دوسرے کا علاج کریں۔

☆ کتاب ''فتاوی اہل حدیث'' کے مفتی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص بلا معاوضہ قرآن کے ذریعہ دم کر کے علاج کرتا ہے، اگر وہ اُس کے بدلے میں کچھ اجرت لے تو جائز ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں اہل حدیث مفتی نے یہ لکھا:

جواب: قرآن مجید کے ساتھ جسمانی علاج کرے تو اُس پر مقرر کر کے لینا درست ہے۔ چناں چہ مشکاۃ باب الاجارۃ میں بخاری کی روایت ہے **اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذتُم عَلَيهِ اَجرًا كِتَابُ اللّٰهِ.** بہت حق دار شیٔ جس پر تم اجرت لے سکتے ہو وہ کتاب اللہ ہے۔'' (فتاوی سلفیہ ۴۰۔۴۱)

چاروں مذاہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے مطابق جائز دم و تعویذ پر اجرت لینا جائز ہے۔ ماسبق میں چاروں مذاہب کی کتابوں کے حوالے پیش کر دیئے گئے ہیں۔

بعض اہل حدیث غیر مقلد علماء حتی کہ اُن کے امام شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے حوالے سے بھی یہ ثابت کر دیا گیا کہ جائز دم اور جھاڑ پھونک کے ذریعہ علاج کرنے پر اجرت لینا جائز ہے۔

دَم اور تعویذ کے جواز پر اعتراضات و جوابات

اعتراض (۱): معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: **اَلتَّمَائِمُ وَالرُّقىٰ وَالتِّوَلَةُ شِركٌ اَو طَرَفٌ مِنَ الشِّركِ.**

ترجمہ: تعویذ، منتر اور جادو شرک یا کہا: شرک کا حصہ ہے۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اِس روایت کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن ابو اسحاق الملائی الکوفی ہے جو محدثین کے نزدیک مجروح ہے۔ اُس کے متعلق محدثین کی آراء ملاحظہ کریں:

مغلطائی نے لکھا: **كَانَ رَافِضِيًّا يَشْتِمُ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلى اللّٰهُ عليه وسلَّمَ، تَرَكَهُ ابْنُ مَهْدِى وَحَمَلَ عَلَيْهِ اَبُوْ الوَلِيْدِ الطِّيَالِسِىُّ حَملاً شَدِيْداً وَهُوَ مَعَ ذٰلِكَ مُنْكَرُ الحَدِيْثِ۔**

ترجمہ : وہ رافضی تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا بھلا کہتا تھا۔ابن مھدی نے اُسے ترک کر دیا تھا اور ابوالولید طیالسی نے اُس پر شدید غیض وغضب کا اظہار کیا ہے،اُس پر مستزاد یہ کہ وہ منکرالحدیث بھی ہے۔ (اکمال تھذیب الکمال،۲/ ۱۶۵)

ذہبی نے لکھا: **ضَعَّفُوْهُ وَقَدْ كَانَ شِيْعِيًّا بَغِيْضاً مِنَ الغُلَاةِ الذِيْنَ يُكَفِّرُوْنَ عُثْمَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ۔**

ترجمہ : اسماعیل بن ابواسحاق ملائی کوفی کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کافر کہنے والا سخت غالی شیعہ تھا۔(میزان الاعتدال ۴/ ۴۹۰)

بخاری نے کہا: **تَرَكَهُ ابْنُ مَهْدِى**۔ابن مہدی نے اُسے ترک کر دیا ہے۔

ابن معین نے کہا: ضعیفٌ۔وہ ضعیف ہے۔پھر ثقہ کہنے کے باوجود کہا: **وَاَصْحَابُ الحَدِيْثِ لَا يَكْتُبُوْنَ حَدِيْثَهُ**۔محدثین اُس کی حدیث کو نہیں لکھتے ہیں

ابن عدی نے کہا: **يُخَالِفُ الثِّقَاتِ**۔وہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔

بہز بن اسد نے کہا: میں نے اُسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہوئے سنا ہے۔وہ کہتا تھا: عثمان (رضی اللہ عنہ) کافر قتل کیا گیا۔یہ بات اُس نے کئی بار کہی۔

(میزان الاعتدال ۴/ ۴۹۰)

ابوزُرعہ نے کہا: **صَدُوْقٌ اِلَّا اَنَّ فِىْ رَاْيِهٖ غُلُوًّا**۔وہ سچا تھا لیکن غالی رافضی تھا۔

ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی نے کہا: **مُفْتَرٍ زَائِغٌ**۔افترا پرداز اور گمراہ تھا۔

نسائی نے کہا: ضعیفٌ۔وہ ضعیف تھا۔

ابوجعفر عُقیلی نے کہا: **فِى حَدِيْثِهٖ وَهْمٌ وَاضْطِرَابٌ وَلَهُ مَعَ ذٰلِكَ مَذْهَبُ سُوْءٍ**۔اُس کی حدیث میں وہم واضطراب ہے۔پھر وہ بدمذہب بھی تھا۔

(تھذیب الکمال،۳/ ۸۱)

علاوہ ازیں اِس روایت کے ایک راوی عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ابن حجر عسقلانی نے طبقات المدلسین میں شمار کیا ہے اور یہ لکھا ہے ''وَاخْتُلِفَ فِی سَمَاعِہٖ مِنْ اَبِیْہِ وَالاَکْثَرُ عَلیٰ اَنَّہُ لَمْ یَسْمَعْ وَثَبَتَ لَہُ لِقَاءُہٗ وَسَمَاعُ کَلَامِہٖ فَرِوَایَتُہُ عَنْہُ دَاخِلَۃٌ فِی التَّدْلِیْسِ''۔

ترجمہ :اس میں اختلاف ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے کوئی حدیث سنی ہے یانہیں ؟اکثر محدثین کا کہنا ہے کہ نہیں سنی ہے۔ہاں ملاقات ثابت ہے اور اُن سے کلام کا سماع بھی ثابت ہے۔لہذا اُن کی روایت اپنے والد سے مدلّس ہوگی۔

(طبقات المدلسین ۱/ ۴۸)

غیر مقلدین کے مطابق مدلّس راوی کی روایت مقبول نہیں ہوتی اور ضعیف راوی کی روایت کو بھی وہ قبول نہیں کرتے ۔روایتِ مذکورہ کا راوی اسماعیل بن ابو اسحاق الملائی الکوفی ناقدینِ حدیث کے نزدیک غالی قسم کا رافضی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کافر کہنے والا تھا۔ناقدینِ حدیث نے اُس کی روایت کو نا قابل قبول قرار دیا ہے، لہذا اُس کی روایت کی بنا پر تعویذ لٹکانے کو حرام کہنا درست نہیں۔

اگر اِس روایت کو درست تسلیم کرلیا جائے کیوں کہ بعض دوسری صحیح سند سے بھی یہ روایت مرفوعاً ثابت ہے،تو بھی اِس سے معترض کا اپنے دعویٰ پر استدلال کرنا صحیح نہیں، کیوں کہ اِس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآنی آیات،مسنون دعاؤں اور بزرگان دین کی مبارک زبانوں سے نکلے ہوئے جائز کلمات کے ذریعہ مریض کو دم کرنا جائز نہیں۔ قرآنی آیات اور جائز کلمات کے ذریعہ دم کرنے کے ناجائز ہونے پر مخالفین کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

حدیثِ مذکور میں جس جھاڑ پھونک اور تعویذ سے ممانعت کا ذکر ہے اُس سے مراد کفار ومشرکین سے جھاڑ پھونک کروانا اور اُن سے تعویذ لینا ہے۔کیوں کہ کفار ومشرکین شیطانی عمل سے جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور تعویذ میں کفریہ کلمات لکھتے ہیں۔حدیثِ مذکور میں کافر ومشرک عاملین ، نجومی ، کاہن اور سادھوسنتوں سے جھاڑ پھونک کروانے اور اُن سے تعویذ

گنڈہ لینے کو شرک کہا گیا ہے۔ اِس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ایک جگہ لفظ ''التّولۃ'' بھی آیا ہے جس کا معنی ہے جادو یا جادو کی طرح کوئی تعویذ گنڈہ، جس کے ذریعہ مرد کو عورت کے لیے مسخر کرلیا جائے۔ القاموس المحیط میں ہے: اَلتُّوَلَۃُ کَھُمَزَۃ السِّحْرُ اَوْ شِبْھُہٗ وَخِرْزَۃٌ تُحَبِّبُ الْمَرْأَۃَ اِلیٰ زَوْجِھَا ۔ لفظ ''تُوَلَۃ'' ھُمَزَہ کے وزن پر، جادو ہے یا اُس جیسی کوئی چیز، اور منتر والا وہ دھاگہ ہے جس کے ذریعہ عورت مرد کے پاس محبوب بن جائے۔ شارح بخاری ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وَالتِّوَلَۃُ بِکَسْرِ الْمُثَنَّاۃِ وَفَتْحِ الوَاوِ وَاللَّامِ مُخَفَّفَۃً شَئٌ کَانَتِ الْمَرْأَۃُ تُجْلِبُ بِہٖ مَحَبَّۃَ زَوْجِھَا وَھُوَ ضَرْبٌ مِنَ السِّحْرِ وَاِنَّمَا کَانَ ذٰلِکَ مِنَ الشِّرْکِ لِاَنَّھُمْ اَرَادُوْا دَفْعَ الْمَضَارِّ وَجَلْبَ الْمَنَافِعِ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ وَلَا یَدْخُلُ فِی ذٰلِکَ مَا کَانَ بِاَسْمَاءِ اللّٰہِ وَکَلَامِہٖ۔ (فتح الباری، ۱۰/۱۹۶)

ترجمہ: تِوَلَہ تا میں زیر اور لام میں زبر کے ساتھ، ایک قسم کا جادو ہے جس کے ذریعہ عورت اپنے شوہر کو قابو میں کر کے اُس کی محبوبہ بن جائے۔ یہ شرکیہ عمل ہے کیوں کہ لوگ (دور جاہلیت میں) نفع ونقصان کو غیر اللہ کی طرف سے سمجھتے تھے۔ لیکن اُس میں وہ تعویذ داخل نہیں جس میں اللہ کا نام اور اُس کا کلام ہو۔

حدیثِ مذکور سے کفار و مشرکین سے دم کروانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اِس کی دلیل سنن ابو داؤد کی روایت بھی ہے۔ سنن ابو داؤد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب سے روایت ہے، اُن کے سامنے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اِنَّ الرُّقیٰ وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَۃَ شِرْکٌ۔ جھاڑ پھونک اور جادو شرک ہے۔ یہ سن کر آپ کی بیوی نے کہا۔ آپ یہ کیوں کہہ رہے ہیں؟ واللہ میری آنکھ بہتی اور میں فلاں یہودی کے پاس جاتی، وہ اُس پر دم کرتا تو آنکھ کا بہنا بند ہو جاتا تھا۔ جواب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ شیطان کے عمل سے تھا۔ وہ اپنے ہاتھ سے کچوکے لگاتا پھر جب یہودی منتر پڑھتا تو آنکھ صحیح ہو جاتی تھی۔ تمہارے لیے وہ دعا کافی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے: اَذْھِبِ

اَلْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِی لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَاءً لَایُغَادِرُ سَقَماً (سنن ابوداؤد، ۴/۹)

ترجمہ: اے پروردگار! تکلیف کو دور فرما۔ تو شافی ہے، شفا عطا فرما، ایسی شفا کہ کوئی بیماری نہ رہ جائے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی آنکھ پہ دم کرانے کے لیے ایک یہودی کافر کے پاس گئی تھیں تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انھیں حضور ﷺ کی حدیث سنا کر منع فرمایا تھا۔ اِس سے واضح ہو گیا کہ حدیث میں کفار و مشرکین سے جھاڑ پھونک کروانے سے منع کیا گیا ہے۔

یاد رہے کہ جس طرح کسی کافر یا مشرک کا کفریہ کلمات اور شیطانی عمل سے جھاڑ پھونک کرنا شرک ہے اُسی طرح کوئی مسلمان کہلانے والا عامل یا بابا کفریہ کلمات اور شیطانی عمل سے جھاڑ پھونک اور تعویذ کرتا ہے تو اُس کا عمل بھی کفر و شرک ہے۔ ایسے نام نہاد باباؤں اور سفلی عمل کے عاملین سے جھاڑ پھونک اور تعویذ کرانا حرام اشد حرام اور ایمان کے ضائع ہونے کا سبب ہے۔

جھاڑ پھونک کے لیے کسی کافر کے پاس جانا شیطان کی اتباع کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات شیطان آدمی کو کوئی تکلیف دیتا ہے اور جب وہ کسی سادھو اور پنڈے کے پاس جاتا ہے تو شیطان اپنی اطاعت سے خوش ہو کر عارضی طور پر اُس کو تکلیف دینا چھوڑ دیتا ہے اور اگر سادھو، پنڈے کے پاس جانا چھوڑ دیتا ہے تو شیطان پھر تکلیف دینا شروع کر دیتا ہے۔ چناں چہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت جو ابن ماجہ میں ہے، اُس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اُن کی بیوی نے کہا: **فَاِذَا رَقَیْتُھَا سَکَنَتْ دَمْعَتُھَا فَاِذَا تَرَکْتُھَا دَمَعَتْ** ۔ جب میں یہودی کاہن کے پاس جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈہ کروا کے آئی تو میری آنکھ کا بہنا بند ہو گیا اور جب چھوڑ دیا تو پھر بہنے لگی۔ اِس کے جواب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **ذَاکَ شَیْطَانٌ اِذَا اَطَعْتِہٖ تَرَکَکِ وَاِذَا عَصَیْتِہٖ طَعَنَ بِاِصْبَعِہٖ فِی عَیْنَیْکِ** ۔ یعنی تیری آنکھ میں تکلیف

شیطان نے پہنچائی۔ جب تو کافر یہودی سے گنڈہ کروا کے آئی تو تو نے شیطان کی اطاعت کی، اِس لیے اُس نے تکلیف دینا چھوڑ دیا اور جب تو نے گنڈہ اتار دیا تو شیطان کو ناراضگی ہوئی لہذا تیری آنکھ میں انگلی سے کچو نکے لگانے لگا۔

اِس سے پتہ چلا کہ حدیث میں جس جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کو مشرکانہ عمل کہا گیا ہے اُس سے مراد کافر و مشرک سے جھاڑ پھونک اور تعویذ کروانا ہے۔ شرح بخاری لابن بطال میں ہے: **اِنَّ المُرَادَ بِذٰلِکَ رُقَی الجَاھِلِیَّۃِ وَمَا یُضَاھِی السِّحْرَ مِنَ الرُّقٰی المَکْرُوْھَۃِ۔**

ترجمہ: اِس سے جاہلیت کی جھاڑ پھونک اور اُس قسم کے جادو وغیرہ اور ناجائز جھاڑ پھونک مراد ہیں۔

اعتراض (۲) شیخ عبد المحسن العباد نے یہ لکھا ہے کہ قرآنی آیات و کلمات یا دعا کو کسی چیز پہ لکھ کر مریض کے گلے میں لٹکانا جائز نہیں۔ اِس کی دلیل میں یہ لکھا ہے کہ "**لَمْ یَاتِ دَلِیْلٌ یَدُلُّ عَلٰی جَوَازِ کَتَابَتِہٖ فِی شَیْئٍ ثُمَّ یُعَلَّقُ عَلٰی الصِّبْیَانِ وَغَیْرِ الصِّبْیَانِ فَھٰذَا لَا یَجُوْزُ وَلَمْ یَثْبُتْ فِی ذٰلِکَ سُنَّۃٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْہِ۔**"

ترجمہ: اِس بات کے جواز پر کوئی دلیل منقول نہیں کہ قرآن کا کوئی حصہ کسی چیز پہ لکھا جائے اور اُس کو بچوں یا بڑوں کے گلوں میں ڈالا جائے۔ اِس پر کوئی سنت ثابت نہیں۔ پھر تمائم کی تعریف کرتے ہوئے انھوں نے لکھا: **ھِیَ الاَشْیَاءُ الَّتِی تُعَلَّقُ سَوَاءٌ کَانَتْ مِنَ القُرْآنِ اَوْ غَیْرِ القُرْآنِ۔** (شرح سنن ابی داؤد للعباد)

جواب: شیخ عبد المحسن العباد صاحب نے یہاں پر چند غیر اصولی باتیں کہی ہیں۔

پہلی بات: کوئی دلیل (غالبا دلیل سے اُن کی مراد کتاب و سنت ہیں۔) تعویذ لکھنے کے جواز پر منقول نہیں، اِس لیے ناجائز ہے۔ شیخ جی کی یہ اصولی غلطی ہے۔ کیوں کہ اصول یہ ہے کہ کسی چیز کے جواز کے لیے دلیلِ جواز کی ضرورت نہیں بلکہ ناجائز ہونے کے لیے ناجائز ہونے کی دلیل چاہیے، ناجائز ہونے کی دلیل نہ ہونا ہی جائز ہونے کی دلیل

ہے۔ یہ اصول صرف اہل سنت کے درمیان مسلم نہیں ہے بلکہ اہل حدیث عالم قاضی شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں یہی لکھا ہے۔ (نیل الاوطار، ۱۲۰/۸)

بغرضِ علاج قرآنی آیات یا ذکر کے کلمات کو لکھ کر گلے میں لٹکانے کے حرام و نا جائز ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں، یہی اُس کے مباح و جائز ہونے کی دلیل ہے۔ حرام کہنے والے کے ذمہ دلیلِ حرمت لانا ہے، جائز کہنے والوں پر دلیلِ جواز پیش کرنا لازم نہیں۔ دلیلِ جواز کے لیے یہی کافی ہے کہ اُس کو کتاب وسنت میں حرام و نا جائز نہیں کہا گیا ہے۔

اگر کوئی یہ شبہ وارد کرے کہ دلیلِ منع تو وارد ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے تمیمہ (تعویذ) لٹکایا اللہ اُس کو پوری عافیت نہ بخشے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ تمیمہ (تعویذ) لٹکانا جائز نہیں۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نے تعویذ اِس عقیدے کے ساتھ لٹکایا کہ تعویذ بذات خود شفا دینے والا یا بلا کو دور کرنے والا ہے تو اللہ اُس کو پوری عافیت نہ دے۔ ایسے عقیدے کے ساتھ تعویذ لٹکانا حرام بلکہ شرک ہے۔ میں سمجھتا ہوں کوئی جاہل سے جاہل مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھتا ہے کہ اللہ کی مشیت وارادے کے بغیر تعویذ از خود شفا دینے والا اور بلا کو دور کرنے والا ہے۔

یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نے ایسا تعویذ گلے میں لٹکایا جس میں کفر وشرک کے کلمات ہوں تو جان بوجھ کر اور اُس سے راضی ہو کر ایسا تعویذ کروانا اور گلے میں لٹکانا حرام بلکہ کفر ہے۔

یہ بات صرف تعویذ لٹکانے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کفر وشرک پر مشتمل کلمات کے ذریعہ مریض کو جھاڑ پھونک کرنا بھی کفر ہے۔ جس طرح کلماتِ کفر کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنا کروانا کفر ہے اُسی طرح جھاڑ پھونک کے کفریہ کلمات کو لکھ کر گلے میں ڈالنا بھی کفر ہے۔ نیز جھاڑ پھونک کو مؤثر حقیقی سمجھ کر جھاڑ پھونک کرنا کروانا اگرچہ قرآنی کلمات اور ذکر اللہ سے ہو، کفر ہے۔

الغرض قرآنی کلمات و دعا و ذکر اللہ سے جھاڑ پھونک کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ایسے کلمات کو کاغذ وغیرہ پاک چیز پر لکھ کر گلے میں لٹکانے کے حرام یا شرک ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں۔ جس تعویذ کو لٹکانے سے حدیث میں منع کیا گیا ہے وہ قرآنی تعویذ نہیں بلکہ جاہلی وکفری تعویذ ہے۔

چناں چہ حدیث مذکور کے تحت امام بیہقی نے یہ لکھا ہے:

”وَالکَرَاهَةُ فِیمَنْ عَلَّقَهَا وَهُوَ یَریٰ تَمَامَ العَافِیَةِ وَزَوَالِ العِلَّةِ مِنهَا علیٰ مَا کَانَ اَهلُ الجَاهِلِیَّةِ یَصنَعُونَ فَامَّا مَنْ عَلَّقَهَا مُتَبَرِّکاً بِذِکرِ اللّٰهِ تَعَالیٰ فِیهَا وَهُوَ یَعلَمُ اَنْ لَا کَاشِفَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا دَافِعَ سِوَاهُ فَلَا بَاسَ بِهَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

ترجمہ: تعویذ لٹکانا ناجائز اُس صورت میں ہے جب کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے طریقہ پر ہو اور یہ نظریہ ہو کہ تعویذ ہی سے پوری عافیت ملے گی اور مرض ختم ہوگا ،لیکن اگر ذکر اللہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے لٹکایا اور عقیدہ یہ ہو کہ مشکل حل کرنے والا (در حقیقت) اللہ کو چھوڑ کر کوئی نہیں اور اللہ کے سوا تکلیف کو دور کرنے والا کوئی نہیں ،تو ان شاء اللہ اُس میں کوئی گناہ نہیں۔ (السنن الکبری ،بیہقی ۹/ ۵۸۸)

شیخ عبد المحسن صاحب کی دوسری اصولی غلطی جو در اصل پہلی غلطی ہی سے وابستہ ہے، یہ ہے کہ انھوں نے یہ کہا کہ قرآنی تعویذ کو گلے میں لٹکانا اِس لیے ناجائز ہے کہ اُس کے جائز ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت وارد نہیں ہے۔ اِس پر ہمارا یہ کہنا ہے کہ کسی چیز پر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وارد نہیں ہے تو وہ چیز سنت نہیں ،تعویذ لٹکانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں تو تعویذ لٹکانے کو کوئی سنت بھی نہیں کہتا۔ لیکن یہ کہنا کہ جس چیز پر سنت وارد نہیں وہ ناجائز ہے ،شرعی اصول سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ وہابیہ اِسی غلط فہمی کی بنا پر بہت سے مباح و مستحب امور جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وارد نہیں ہے، اُنھیں بدعت و گمرہی اور حرام کہتے ہیں۔

تمیمہ سے کیا مراد ہے؟

تیسری غلطی شیخ عبدالمحسن صاحب کی یہ ہے کہ انھوں نے حدیث میں مذکور لفظِ ''تمیمہ'' کا غلط معنی بیان کیا ہے۔وہ تعویذات جو گلے میں لٹکائے جاتے ہیں خواہ قرآنی تعویذات ہوں یا غیر قرآنی، شیخ عبدالمحسن صاحب نے انھیں تمیمہ سمجھا ہے جس کی مذمت حدیث میں آئی ہے۔شیخ عبدالمحسن کی یہ غلط فہمی ہے۔تمیمہ کا صحیح معنی وہ تعویذ ہے جو قرآنی آیات یا ذکر اللہ ودعا پر مشتمل نہ ہو، بلکہ کفری وغیر شرعی کلمات پر مشتمل ہو۔

تمیمہ کے معنی کی وضاحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اُس روایت سے ہوتی ہے، جسے امام بیہقی نے نقل کیا ہے:

''اِنَّمَا التَّمِیْمَۃُ مَایُعَلَّقُ بَعْدَ الْبَلاءِ لِیُدْفَعَ بِہٖ الْمَقَادِیْرُ''

ترجمہ: تقدیر کو ٹالنے کی نیت سے نزولِ بلا کے بعد دفع بلا کے لیے جو گلے میں لٹکایا جائے وہ تمیمہ ہے۔(السنن الکبری بیہقی:۹/ ۵۸۹)

معلوم ہوا کہ قرآنی تعویذ کو تمیمہ کہہ کر اُس کو حرام یا شرک کہنا غلط ہے۔قرآنی تعویذ تمیمہ نہیں تو ممانعت کا حکم بھی اُس سے متعلق نہیں۔

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی نے تمیمہ کا معنی بیان کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:**وَالتَّمَائِمُ جَمْعُ تَمِیْمَۃٍ وَھِیَ خَرزٌ اَوْ قِلادَۃٌ تُعَلَّقُ فِی الرّاسِ، کَانُوا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ یَعْتَقِدُونَ اَنَّ ذالِکَ یَدْفَعُ الآفَاتِ۔**

ترجمہ: تمائم تمیمہ کی جمع ہے۔تمیمہ وہ ایک قسم کا دھاگہ یا پٹکا ہے جو سر پہ لٹکایا جاتا تھا، جاہلیت کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اُس سے آفتیں دور ہوتی ہیں۔(فتح الباری ۶۔۱۹۶)

امام بغوی نے یہ لکھا ہے:**التَّمَائِمُ :جَمْعُ التَّمِیمَۃِ، وَھِیَ خَرَزَاتٌ کَانَتِ الْعَرَبُ تُعَلِّقُھَا عَلَی أَوْلادِھِمْ یَتَّقُونَ بِھَا الْعَیْنَ بِزَعْمِھِمْ، فَأَبْطَلَھَا الشَّرْعُ**

ترجمہ: تمائم تمیمہ کی جمع ہے۔تمائم وہ مخصوص دھاگے یا منکے ہیں جنھیں عرب اپنے بچوں کے گلوں میں لٹکاتے تھے۔اُن کا گمان تھا کہ اُس سے بچے نظر سے محفوظ رہیں گے۔

شریعت اسلامیہ نے اِس کو باطل قرار دیا۔ (شرح السنہ ۱۲۔ ۱۵۸)

علامہ شامی نے بھی ردالمحتار جلد ۹ صفحہ ۵۲۳ میں یہی لکھا ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم شیخ شمس الحق عظیم آبادی نے یہ لکھا ہے:

وقَالَ فِی النِّهَايَةِ التَّمَائِمُ جَمْعُ تَمِيمَةٍ وَهِيَ خَرَزَاتٌ كَانَتِ الْعَرَبُ تُعَلِّقُهَا عَلَى أَوْلَادِهِمْ يَتَّقُونَ بِهَا الْعَيْنَ فِي زَعْمِهِمْ فَأَبْطَلَهَا الْإِسْلَامُ

ترجمہ: تمائم وہ دھاگے یا منکے ہیں جو عرب اپنے بچوں کے گلوں میں اِس عقیدے کے ساتھ لٹکاتے تھے کہ وہ نظر سے محفوظ رہیں گے۔ پھر یہ لکھا: **وَإِنَّمَا جَعَلَهَا شِرْكًا لِأَنَّهُمْ أَرَادُوا بِهَا دَفْعَ الْمَقَادِيرِ الْمَكْتُوبَةِ عَلَيْهِمْ ۔**

ترجمہ :اِس کو شرک کہا کیوں کہ جاہلیت کے لوگ اس سے تقدیروں کو ٹالنے کا ارادہ کرتے تھے۔

پھر شیخ سندھی کے حوالے سے یہ لکھا: وَأَمَّا مَا يَكُونُ بِالْقُرْآنِ وَالْأَسْمَاءِ الْإِلٰهِيَّةِ فَهُوَ خَارِجٌ عَنْ هَذَا الْحُكْمِ بَلْ هُوَ جَائِزٌ (**عون المعبود ۱۰۔ ۲۵۰**)

ترجمہ: قرآن اور اسماء الٰہی والا تعویذ تمیمہ کے حکم (**حرمت**) سے خارج ہے۔

اعتراض (۳) صحیح بخاری میں ہے کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یہ حکم دیا: لَا يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ، أَوْ قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ۔ کسی اونٹ کی گردن میں ہرگز کوئی چمڑے کا پٹکا نہ رہے اور کوئی ہار نہ رہے، اُس کو کاٹ دیا جائے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ تعویذ کے طور پر انسان یا جانور کے گلے میں کوئی پٹکا یا دھاگہ لٹکانا جائز نہیں۔

جواب: دورِ جاہلیت میں مخصوص ہار یا دھاگا اِس عقیدے کے ساتھ جانور کے گلے میں ڈالا جاتا تھا کہ اُس سے جانور نظر بد سے دور رہے گا اور تقدیر ٹل جائے گی۔ وہ قرآنی تعویذ نہیں تھا۔ یہ یقیناً حرام ہے۔ یا جانور کے گلے سے ہار یا پٹکے کو کاٹنے کا حکم اِس لئے دیا گیا تھا تاکہ جانور کا دم نہ گھٹے اور اُسے تکلیف نہ ہو۔ لہذا اُس سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں کہ گلے میں کسی بھی قسم کا تعویذ لٹکانا جائز نہیں۔

حدیث مذکور کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے یہ لکھا ہے:

قَالَ بنُ عَبدِ البَرِّ إِذَا اعُتَقَدَ الَّذِی قَلَّدَهَا أَنَّهَا تَرُدُّ الُعَیُنَ فَقَدُ ظَنَّ أَنَّهَا تَرُدُّ الُقَدَرَ وَذٰلِکَ لَا یَجُوزُ اعُتِقَادُهُ ثَانِیهَا النَّهُیُ عَنُ ذٰلِکَ لِئَلَّا تَخُتَنِقَ الدَّابَّةُ بِهَا عِنُدَ شِدَّةِ الرَّکُضِ۔

ترجمہ: ابن عبدالبر نے یہ کہا ہے کہ اِس عقیدہ کے ساتھ جانور کے گلے میں پٹکا ڈالے کہ اُس سے تقدیر ٹل جائے گی تو یہ جائز نہیں۔ یا جانور کے گلے میں پٹکا ڈالنے سے (اُس وقت) اس لئے روکا گیا تھا تاکہ جانور کو ایڑ لگانے اور اُس کی نکیل کھینچنے کے وقت اُس کا دم نہ گھٹے۔ (فتح الباری ۶۔۱۴۲)

اعتراض (۴) امام نسائی نے یہ حدیث نقل کی ہے:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت رُوَیفع رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یَا رُوَیُفِعُ، لَعَلَّ الُحَیَاةَ سَتَطُولُ بِکَ بَعُدِی، فَأَخُبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنُ عَقَدَ لِحُیَتَهُ، أَوُ تَقَلَّدَ وَتَرًا، أَوُ اسُتَنُجَی بِرَجِیعِ دَابَّةٍ أَوُ عَظُمٍ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا بَرِیءٌ مِنُهُ۔

ترجمہ: اے رویفع! امید ہے کہ میرے بعد تمہاری زندگی لمبی ہوگی۔ تم لوگوں کو یہ سنا دینا کہ جس نے ڈاڑھی میں گرہ لگایا یا تیر کی رسّی کو گلے کا ہار بنایا یا کسی جانور کی لید سے یا ہڈی سے استنجاء کیا تو محمد ﷺ اُس سے بری ہیں۔

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ تعویذ کے طور پر گردن میں رسی، ہار وغیرہ باندھنا جائز نہیں۔

جواب: یہاں بھی وہ رسی اور ہار لٹکانا مراد ہے جو جاہلیت کے لوگ تقدیر کو ٹالنے اور نظر بد سے حفاظت کی نیت سے لٹکاتے تھے۔ اُس سے مطلقاً گلے میں تعویذ لٹکانے کا حرام ہونا ثابت نہیں ہوتا، جیسا کہ شیخ سندھی نے سنن نسائی کی شرح میں لکھا ہے:

قِیلَ الُمُرَادُ بِهِ مَا کَانُوا یُعَلِّقُونَهُ عَلَیُهِمُ مِنَ الُعُوذِ وَالتَّمَائِمِ الَّتِی یَشُدُّونَهَا بِتِلُکَ الأَوُتَارِ وَیَرَوُنَ أَنَّهَا تَعُصِمُ مِنَ الُآفَاتِ وَالُعَیُنِ وَقِیلَ مِنُ جِهَةِ الُاَجُرَاسِ الَّتِی یُعَلِّقُونَهَا بِهَا وَقِیلَ لِئَلَّا تَخُتَنِقَ الُخَیُلُ عِنُدَ شِدَّةِ الرَّکُضِ۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اُس سے مراد وہ تمائم اور تعویذات ہیں جنھیں لوگ تانت میں

باندھ کر جانوروں کے گلوں میں لٹکاتے تھے، اِس عقیدے کے ساتھ کہ یہ انھیں آفات اور نظر سے محفوظ رکھیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اُن تعویذات کو گھنٹیوں کے ساتھ باندھ کر لٹکاتے تھے۔اور یہ کہا گیا ہے کہ اُس سے اِس لئے منع کیا گیا ہے تاکہ جانور کو ایڑ لگاتے وقت اس کا دم نہ گھُٹے۔(حاشیۃ السندی علی سنن النسائی ۸۔۱۳۶)

اس حدیث کو مطلقاً تعویذ کے حرام ہونے کی دلیل بنانا درست نہیں۔جو تعویذ بھی جاہلیت کے طریقے پر ہو یا جس کے ساتھ مشرکانہ تصور ہو وہ حرام بلکہ شرک ہے۔

اعتراض(۵): حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

میری امت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔صحابہ کرام نے پوچھا، یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے جواب دیا: **هُمُ الَّذِيْنَ لَايَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔**

یہ وہ لوگ ہیں جو بد فالی نہیں لیتے، جھاڑ پھونک نہیں کراتے، داغ کر علاج نہیں کراتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔(بخاری و مسلم)

جواب: یہ تو مسلم ہے کہ اسلام میں بدفالی اور بدشگونی لینا منع ہے۔آدمی کو نیک فال لینا چاہیے۔حدیث میں ''لَاطِیَرَۃَ'' کا یہی مفہوم ہے کہ اسلام میں بدشگونی کوئی چیز نہیں۔رہا داغ کر علاج کرنا تو ضرورت کے وقت پہلے اِس طریقہ سے زخم کا علاج کیا جاتا تھا۔اگر اِس کی ضرورت ہو تو آج بھی اِس سے علاج کیا جا سکتا ہے۔رہی بات جھاڑ پھونک کی تو حدیث مذکور میں جھاڑ پھونک نہ کروانے والوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے، اِس سے یہ سمجھنا غلط ہے کہ جھاڑ پھونک اور دوسرے کسی بھی طریقہ سے علاج کرنا ناجائز ہے۔

حدیث شریف کے حوالے سے مطلقاً جھاڑ پھونک کو حرام و شرک کہنے والوں کے اعتراض کا جواب اپنی طرف سے پیش کرنے سے بہتر یہ ہے کہ حدیثِ مذکور کی شرح میں شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی نے جو کچھ ذکر کیا ہے اُس کو یہاں پر ذکر کر دیا جائے تاکہ معترض کا اعتراض دفع ہو جائے۔امام عسقلانی کی بات بڑی طویل ہے اِس لیے عربی عبارت کے ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔اطمینان کے لیے اصل کی طرف رجوع کیا جا سکتا

ہے۔ اِس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ جھاڑ پھونک کرنا اور داغ کر علاج ومعالجہ کرنا شرک ہے۔ اُن کا یہ کہنا ہے کہ یہ توکّل کے منافی ہے ،علامہ عسقلانی نے اِس کے چند جواب دیے ہیں:

"**پہلا جواب**:طبری، مازری اور ایک گروہ کا جواب یہ ہے کہ اِس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو یہ اعتقاد رکھے کہ دوا خود سے شفا دینے والی ہے،شفا دینا دوا کی طبیعت میں داخل ہے(اس میں اللہ کے ارادے کا دخل نہیں) جیسا کہ جاہلیت کے لوگ ایسا عقیدہ رکھتے تھے۔ طبری کے علاوہ بعض نے کہا ہے کہ اُس جھاڑ پھونک کا ترک کرنا محمود ہے جس میں دور جاہلیت کا کلام ہو، جس کا معنی سمجھ میں نہ آئے ۔کیوں کہ اُس میں کفری معنی کا احتمال رہتا ہے۔ برخلاف اُس جھاڑ پھونک کے جس میں ذکر ودعا ہو۔ اِس جواب کا تعاقب کرتے ہوئے قاضی عیاض نے یہ لکھا ہے کہ حدیث میں کہا گیا ہے کہ ستر ہزار لوگوں کو دوسروں پر فضیلت ہوگی ۔یعنی دوسرے مسلمان بھی فضیلت والے ہوں گے لیکن حدیث میں جن کا ذکر ہے وہ زیادہ فضیلت والے ہوں گے ۔اِس کا مطلب یہ ہے کہ جھاڑ پھونک سے علاج نہ کرانے والے مسلمان جھاڑ پھونک کرانے والے مسلمانوں سے افضل ہوں گے ۔اگر حدیث کا مطلب یہ ہو کہ یہ لوگ اُن لوگوں سے افضل ہوں گے جو جاہلیت کے اعتقاد(کفرو شرک) کے ساتھ جھاڑ پھونک کروانے والے ہیں تو یہ معنی کیسے صحیح ہوگا؟ جاہلیت کے اعتقاد کے ساتھ جھاڑ پھونک کروانا تو کفر ہے۔ جب جاہلیت کے وہ لوگ مسلمان ہی نہیں تو سرے سے اُن کے لیے فضیلت ہی نہیں ۔لہذا جواب مذکور عیب سے خالی نہیں۔

دوسرا جواب :داؤودی اور ایک گروہ کا یہ کہنا ہے کہ ستر ہزار لوگ وہ ہوں گے جو بیماری لاحق ہونے کے ڈر سے قبل از وقت جھاڑ پھونک نہیں کرواتے (کہ یہ مکروہ ہے)لیکن بیماری لاحق ہونے کے بعد جھاڑ پھونک کروانا ،تو یہ اُس فضیلت سے مانع نہیں ہے۔ اِس سے قبل ابن قتیبہ کے حوالے سے بَابُ مَنِ اکْتَوٰی میں اِس بات کو ذکر کر دیا گیا ہے ۔یہی قول ابن عبد البر کا بھی ہے (بیماری لاحق ہونے کے بعد جھاڑ پھونک کروانے والے اِس فضیلت سے محروم نہیں ہوں گے)لیکن ابن عبد البر کے قول پر اعتراض کو میں

نے پہلے ذکر کر دیا ہے کہ بیماری لاحق ہونے سے پہلے اُس سے محفوظ رہنے کے لیے دعا کروانا ثابت ہے۔

تیسرا جواب: حلیمی نے یہ کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حدیث میں جن ستر ہزار لوگوں کے بغیر حساب وکتاب جنت میں جانے کا ذکر ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا کے احوال اور اُس کے اسبابِ نفع ونقصان سے غافل ہوں، انھیں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ داغ کر علاج کرنا کیا ہوتا ہے اور جھاڑ پھونک کیا چیز ہے؟ انھیں اپنے مرض و بیماری میں صرف اللہ کی طرف رجوع، دعا اور قضاءِ الٰہی پر رضا کے سوا کوئی سہارا نہ دکھائی دیتا ہو اور وہ اطبا کے علاج اور جھاڑ پھونک کرنے والوں کے دم وجھاڑ پھونک سے غافل ہوں (تو ایسے خاصانِ خدا بے حساب وکتاب جنت میں جائیں گے)۔

چوتھا جواب: یا مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے دفعِ امراض کے معاملے میں اللہ پر اعتماد کیا ہو اور قضاے الٰہی سے رضا کی بنا پر جھاڑ پھونک اور علاج کو ترک کر دیا ہو، حالاں کہ دوا اور دعا کے ذریعہ علاج ومعالجہ کے جائز ہونے پر کوئی اعتراض نہیں، کیوں کہ احادیث صحیحہ میں علاج ومعالجہ اور جھاڑ پھونک کا ثبوت موجود ہے اور سلفِ صالحین سے یہ منقول بھی ہے، لیکن مقامِ تسلیم ورضا اسباب کو اختیار کرنے سے اعلیٰ ہے۔ اِس جواب کی طرف خطابی اور اُن کے متبعین کا میلان ہے۔ ابن الاثیر نے کہا: ترکِ علاج (بعض) اولیاے کرام کی شان ہے، جو دنیا اور اُس کے اسباب وعلائق سے کنارہ کشی اختیار کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ اولیائے کرام کی ایک خاص جماعت ہے۔ اِس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ چیز نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے اور نہ قول سے (پھر یہ اعلیٰ صفت کیوں کر ہوگی؟) یہ اعتراض اِس لیے درست نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفان کے سب سے اعلیٰ مقام اور توکل کے سب سے اونچے درجے پر فائز تھے۔ باوجود اِس کے آپ نے خود علاج ومعالجہ اور جھاڑ پھونک کو ترک نہیں فرمایا اور نہ ترک کرنے کا حکم دیا اِس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے بیانِ جواز کے لیے ایسا کیا، کیوں کہ آپ شارع ہیں۔ علاج و معالجہ اور جھاڑ پھونک کروانے اور اسباب کو اختیار کرنے سے آپ کے توکل میں کچھ کمی نہیں

آ سکتی تھی۔ لیکن آپ کے سوا چاہے کوئی کتنا ہی توکل والا ہو، اسباب کو اختیار کرنے میں اُس کے توکل میں کمی آنے کا احتمال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی امت کے اُن افراد کو بلند مرتبہ قرار دیا ہے جو خالص توکل کی بنا پر اسباب کو ترک کر دیتے ہیں۔

طبری نے یہ کہا ہے کہ توکل (کامل) والا وہی ہوگا جس کے دل میں کسی کا خوف نہ ہو۔ نہ درندے کا، نہ جانی دشمن کا۔ نہ اُسے رزق کے فوت ہونے کا خوف ہو نہ درد والم کے علاج کی فکر۔ حق یہ ہے کہ جس کو اللہ پر بھروسہ ہو اور یہ یقین ہو کہ جو تقدیر میں ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا، پھر وہ اسباب کو اختیار کرتا ہے تو اُس کے توکل میں کچھ فرق نہیں آئے گا، کیوں کہ اسباب کو اختیار کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ جنگ میں ذرہ پہنی ہے، سر پر خود رکھا ہے، دشمنوں سے حفاظت کے لیے تیر اندازوں کو پہاڑ گھاٹی کے سِرے پر بٹھایا ہے، مدینہ کے اردگرد خندق کھدوائی ہے، مسلمانوں کو حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے اور خود بھی ہجرت کی ہے۔ کھانے پینے کے اسباب اختیار کیے ہیں اور اپنے اہل کے لیے کھانے کا انتظام بھی کیا ہے۔ یہ انتظار نہیں فرمایا ہے کہ آسمان سے کھانے کا دستر خوان اترے، حالاں کہ آپ کے لیے ایسا ہوسکتا تھا۔ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میں اپنی سواری کو چھوڑ دوں یا اُسے باندھ کر رکھوں؟ آپ نے جواب دیا: اُسے باندھ کر رکھو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اِس میں اشارہ ہے اِس بات کا کہ احتیاط کرنا اور اسباب اختیار کرنا توکل کی نفی نہیں کرتا۔'' واللہ اعلم (فتح الباری ۱۰/۲۱۲)

ابن حجر عسقلانی کے اِس طویل کلام کا خلاصہ یہی ہے کہ حدیثِ مذکور سے جھاڑ پھونک سے علاج کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ علاج ومعالجہ کروانا چاہے دوا سے ہو یا دم (جھاڑ پھونک) سے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ جس طرح دوا سے علاج کروانے کو ناجائز کہنا درست نہیں اُسی طرح جھاڑ پھونک کے ذریعہ علاج کروانے کو ناجائز کہنا صحیح نہیں۔

اعتراض (٦) مستدرکِ حاکم میں حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: **مَنْ عَلَّقَ تَمِيْمَةً فَلاَ اَتَمَّ اللّٰهُ لَهٗ وَمَنْ عَلَّقَ وَدْعَةً فَلاَ وَدَعَ اللّٰهُ لَهٗ** ۔جس نے تعویذ گنڈہ (کوڑی) لٹکایا اللہ اُس کے مقصد کو پورا نہ کرے۔

یہ حدیث صحیح ہے، حاکم نے اُسے صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے اُن کی موافقت کی ہے۔

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ تعویذ لٹکانا گناہ ہے۔

جواب: حدیثِ مذکور کا یہ مطلب نہیں کہ مطلقاً تعویذ لٹکانا ممنوع ہے، بلکہ اِس میں تفصیل ہے۔ اگر تعویذ کو مؤثر حقیقی سمجھا جائے کہ شفا دینے والا تعویذ ہے، نہ کہ اللہ تعالی، تو یہ نہ صرف حرام ہے بلکہ شرک ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اگر تعویذ میں کلماتِ کفر وشرک ہوں اور تعویذ دینے لینے والے کو معلوم ہو تو یہ عمل بھی کفر ہے۔ اگر ایسے کلمات ہوں جن کے معانی معلوم نہ ہوں تو ایسے تعویذ کے دینے لینے سے بچنا ضروری ہے، کیوں کہ ہوسکتا ہے وہ کسی زبان میں کفری کلمات ہوں۔ اگر تعویذ میں قرآنی آیات یا کلماتِ ذکر ودعا ہوں یا ایسے الفاظ ہوں جن کے معانی میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو اور وہ صالحین واولیاے دین سے منقول ہوں تو ایسے تعویذ کا دینا اور لینا اور گلے میں لٹکانا ممنوع وناجائز نہیں، جیسا کہ اِس سے قبل روایت گزری کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قرآنی آیات کا تعویذ بنا کر بچوں کے گلوں میں لٹکاتے تھے۔

واضح رہے کہ اِس طرح کے تعویذ کا لٹکانا اگر چہ جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ خود قرآنی آیات اور مسنون دعائیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے یا کسی نیک صالح شخص سے دم کرائے۔ اگر دعائیں نہ جانتا ہو تو سیکھنے کی کوشش کرے۔ جس طرح کسی نیک عالم یا شیخ سے دم کروانا جائز ہے اُسی طرح تعویذ لکھوا کر پینا یا گلے میں لٹکانا بھی جائز ہے۔ حدیث مذکور سے معترض نے جو اعتراض کیا ہے اُس کے جواب کے لیے شارحینِ حدیث کی تشریحات ملاحظہ کریں۔

حدیث مذکور کی ہم معنی ایک حدیث کی شرح میں علامہ زین الدین المناوی (وفات ١٠٣١ھ) نے یہ لکھا ہے

''مَنْ تَعَلَّقَ شَیْاً''اَیْ تَمَسَّکَ بِشَئِیٍ لِدَفْعِ نَحْوِ مَرَضٍ وَاعْتَقَدَ اَنَّہٗ فَاعِلُ الشِّفَا ''وُکِّلَ اِلَیْہِ''اَیْ وَکَّلَ اللّٰہُ شِفَائَہٗ اِلیٰ ذٰلِکَ الشَّیْءِ فَلَا یَنْفَعُ اَوِالْمُرَادُ مَنْ عَلَّقَ تَمِیْمَۃً مِنْ تَمَائِمِ الْجَاھِلِیَّۃِ اَو مَنْ تَعَلَّقَتْ نَفْسُہٗ بِمَخْلُوْقٍ دُوْنَ اللّٰہِ وُکِّلَ اِلَیْہِ۔(التیسیر لشرح جامع الصغیر۲/۴۱۱)

اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص دفعِ مرض کے لیے کسی چیز پر مکمل بھروسہ کرے گا اور یہ عقیدہ رکھے گا کہ وہی چیز شفا دینے والی ہے تو اُس شخص کو اُسی کے حوالے کر دیا جائے گا اور اُس کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ یا معنی یہ ہے کہ جس نے جاہلیت کے تعویذ گنڈے کو لٹکایا، یا جس کا نفس اللہ کو چھوڑ کر کسی مخلوق سے چمٹ گیا تو اُس کو اُسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔

مناوی نے مزید لکھا ہے:''فَاِنَّ مَنْ عَلَّقَ شَیْاً مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰہِ الصَّرِیْحَۃِ فَھُوَ جَائِزٌ مَطْلُوْبٌ مَحْبُوْبٌ فَاِنَّ مَنْ وُکِّلَ اِلَی اَسْمَاءِ اللّٰہِ اَخَذَ اللّٰہُ بِیَدِہٖ. (فیض القدیر۶/۱۰۷)

ترجمہ: جس نے اللہ کے ناموں کا تعویذ لٹکایا تو یہ جائز، مطلوب اور پسندیدہ ہے، کیوں کہ جس نے اللہ کے نام پر توکل کیا اللہ نے اُس کی دست گیری کی۔

حدیث میں جس تمیمہ (تعویذ) کی ممانعت کی بات مذکور ہے اُس سے کیا مراد ہے؟ مشہور غیر مقلد عالم شرف الحق عظیم آبادی اُس کے تعلق سے لکھتے ہیں:

''وَالْمُرَادُ مِنَ التَّمِیْمَۃِ مَا کَانَ مِنْ تَمَائِمِ الْجَاھِلِیَّۃِ وَرُقَاھَا فَاِنَّ الْقِسْمَ الَّذِیْ یَخْتَصُّ بِاَسْمَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَکَلِمَاتِہٖ غَیْرُ دَاخِلٍ فِی جُمْلَتِہٖ''

ترجمہ: تمیمہ سے مراد جاہلیت کے تعویذات اور جھاڑ پھونک کے کلمات ہیں، لیکن جن تعویذات میں اللہ تعالیٰ کے اسماء ہوں یا اُس کا کلام ہو تو وہ ممنوع تعویذات میں شامل نہیں ہیں۔(عون المعبود، مع حاشیہ ابن القیم ۱۰/۲۵۰)

علامہ ابن عبد البر (وفات: ۴۶۳ھ) نے لکھا ہے:

''وَھٰذَا کُلُّہٗ تَحْذِیْرٌ وَمَنْعٌ مِمَّا کَانَ اَھْلُ الْجَاھِلِیَّۃِ یَصْنَعُوْنَ مِنْ تَعْلِیْقِ التَّمَائِمِ وَالْقَلَائِدِ یَظُنُّوْنَ اَنَّھَا تَقِیْھِمْ وَتَصْرِفُ الْبَلَاءَ عَنْھُمْ وَذٰلِکَ لَایَصْرِفُہٗ

اِلَّا اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَھُوَ الْمُعَافِیُ وَالْمُبْتَلِیُ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ فَنَھَاھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَمَّا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ مِنْ ذٰلِکَ فِیْ جَاھِلِیَّتِھِمْ ''.

ترجمہ: احادیث میں جن تعویذات کو لٹکانے کی ممانعت ہے اُن سے مراد وہ تعویذات ہیں جنھیں جاہلیت کے لوگ لٹکایا کرتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ تعویذات انھیں مصیبتوں سے بچاتے ہیں اور بلاؤں کو دفع کرتے ہیں، حالاں کہ بلاؤں کو صرف اللہ عزوجل ہی ٹالتا ہے۔ وہی صحت و عافیت عطا فرمانے والا اور بلاؤں میں گرفتار کرنے والا ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں دور جاہلیت کے اُس عمل سے منع فرمایا۔ (التمھید ۱۶۲/۱۷)

محدث علی قاری (وفات: ۱۰۱۴ھ) نے تمیمہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''وَالتَّمَائِمُ جَمْعُ التَّمِیْمَۃِ وَھِیَ التَّعْوِیْذَۃُ الَّتِیْ تُعَلَّقُ عَلَی الصَّبِیِّ، اَطْلَقَہٗ الطِّیْبِیُ لٰکِنْ یَنْبَغِیْ اَنْ یُقَیَّدَ بِاَنْ لاَ یَکُوْنَ فِیْھَا اَسْمَاءُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَآیَاتُہٗ الْمَتْلُوَّۃُ وَالدَّعْوَاتُ الْمَاثُوْرَۃُ.''

ترجمہ: تمائم تمیمہ کی جمع ہے۔ تمیمہ وہ تعویذ ہے جو بچے کو پہنایا جاتا ہے۔ طیبی نے اُس کو مطلق ذکر کیا ہے لیکن اُس کو مقید کرنا چاہیے کہ تمیمہ وہ تعویذ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء اور قرآنی آیات اور دعاء ماثورہ نہ ہوں (بلکہ ناجائز و کفری کلمات ہوں)
(مرقاۃ المفاتیح ۲۸۷۸/۷)

مزید یہ لکھا ہے:

''وَالْمُرَادُ مِنَ التَّمِیْمَۃِ مَا کَانَ مِنْ تَمَائِمِ الْجَاھِلِیَّۃِ وَرُقَاھَا فَاِنَّ الْقِسْمَ الَّذِیْ اخْتَصَّ بِاَسْمَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَکَلِمَاتِہٖ غَیْرُ دَاخِلٍ فِیْ جُمْلَتِہٖ بَلْ ھُوَ مُسْتَحَبٌّ مَرْجُوُّ الْبَرَکَۃِ، عُرِفَ ذٰلِکَ مِنْ اَصْلِ السُّنَّۃِ.''

ترجمہ: تمیمہ سے مراد جاہلیت کا تعویذ ہے۔ جس تعویذ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کے کلمات ہیں وہ جاہلیت کا تعویذ نہیں۔ وہ حرام نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اُس میں برکت کی امید ہے۔ یہ اصلِ سنت سے معلوم (ثابت) ہے۔ (ایضا)

علامہ خطابی نے لکھا ہے:

اِنَّ الْمَکْرُوْہَ مِنَ الْعُوَذِ ھُوَ مَا کَانَ بِغَیْرِ لِسَانِ الْعَرَبِ فَلَا یُفْھَمُ مَعْنَاہُ وَلَعَلَّہٗ قَدْ یَکُوْنُ فِیْہِ سِحْرٌ اَوْ نَحْوُہٗ مِنَ الْمَحْظُوْرِ.

ترجمہ: وہ تعویذ مکروہ ہے جو غیر عربی زبان میں ہو اور اُس کا معنی سمجھ میں نہ آئے، کیوں کہ ہوسکتا ہے اُس میں سحر و جادو یا کوئی حرام و ناجائز چیز ہو۔ (معالم السنن ۴/ ۲۲۱)

شارحینِ حدیث کے اقوال سے معلوم ہوا کہ احادیث میں جس تعویذ کو لٹکانے کی وعید اور ممانعت آئی ہے اُس سے وہ تعویذ مراد ہے جو زمانۂ جاہلیت میں استعمال کیا جاتا تھا، یعنی وہ جس میں کفری کلمات ہوں یا ایسے کلمات ہوں جن کے معانی معلوم نہ ہوں یا تعویذ کو ہی شفا دینے والا تصور کیا جاے۔ اگر ایسا نہیں ہے بلکہ تعویذ میں قرآنی آیات وکلماتِ ذکر و دعا ہوں اور شفا دینے والا اللہ کو سمجھا جاے کہ اللہ چاہے گا تو شفا ملے گی ورنہ نہیں، کیوں کہ وہی شافیِ امراض ہے، تو ایسا تعویذ حرام و ممنوع نہیں۔

اعتراض (۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی جس روایت کو تعویذ لٹکانے کے جواز کی دلیل میں پیش کیا جاتا ہے اُس کو دلیل بنانا صحیح نہیں، کیوں کہ حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ضعیف ہے۔ روایتِ مذکورہ میں ایک راوی محمد بن اسحاق مُدلِّس ہے۔ یہاں پر اُس کی روایت ''عَنْ'' سے ہے اور اصول یہ ہے کہ مُدلِّس کی روایت میں سماع کی صراحت نہ ہو بلکہ ''عن'' سے روایت ہو تو وہ نامقبول ہوتی ہے۔

جواب: سب سے پہلے ہم محمد بن اسحاق کے تعلق سے ناقدینِ حدیث کے اقوال کا جائزہ پیش کریں گے، اُس کے بعد محمد بن اسحاق کی مُعَنْعَن حدیث (لفظ عن سے روایت کردہ حدیث) پر تحقیقی گفتگو کریں گے، انشاء اللہ تعالی و بہ التوفیق۔

محمد بن اسحاق بن یسار (وفات: ۱۵۱ھ) ثقہ، صدوق، عادل تابعی تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سالم بن عبداللہ بن عمرو اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنھم سے اُن کی ملاقات ثابت ہے۔

فنِ حدیث کے ماہر تھے۔خصوصاً سِیَرُ ومغازی میں امام الائمہ اورمرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مشہور شیوخ: اَبان بن صالح، ایوب سختیانی، حُمَیدُ الطّویل، رَوح بن قاسم، شعبہ بن حجاج، صالح بن کیُسَان، سعید بن ابوسعید مقبری، عِکْرَمہ، عمرو بن شعیب وغیرھم۔

مشہور تلامذہ: ابراہیم بن سعد، حفص بن غیاث، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، زہیر بن معاویہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابوعوانہ، یزید بن ہارون وغیرھم۔

آپ کے بعض شیوخ مثلاً شعبہ، یحییٰ بن سعید الانصاری، یزید بن ابوحبیب نے بھی آپ سے روایات لی ہیں۔

محمد بن اسحاق ناقدین کی نظر میں:

☆ یحییٰ بن معین نے کہا: **کَانَ ثِقَةً وَکَانَ حَسَنَ الْحَدِیْثِ** ۔محمد بن اسحاق ثقہ اور حَسَنُ الحَدیث تھے۔

☆ علی ابنُ المدینی نے کہا: **مَدَارُ حَدِیْثِ رَسُوْلِ اللهِ صَلّٰی اللّٰهُ عَلَیه وَسَلَّم سِتَّةٌ فَذَکَرَهُمْ ثُمَّ قَالَ :فَصَارَ عِلْمُ السَّتَّةِعِنْدَ اثْنَیْ عَشَرَ. اَحَدُهُمْ مُحَمَّدُ بُنُ اِسْحَاقَ۔**

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مدار چھ(۶) اشخاص ہیں، اُن کو ذکر کرنے کے بعد یہ کہا کہ پھر اُن چھ اشخاص کا علم بارہ افراد کے پاس ہے، اُن میں سے ایک محمد بن اسحاق ہیں۔اُن کا یہ قول بھی ہے: **حَدِیْثُهُ عِنْدِی صَحِیْحٌ لَمْ اَجِدْ لِابْنِ اِسْحَاقَ اِلاَّ حَدِیْثَیْنِ مُنْکَرَیْنِ** ۔ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے، میں نے اُن کی صرف دو حدیثوں کو مُنکر پایا ہے۔

☆ زہری نے کہا: **لَا یَزَالُ بِالْمَدِیْنَةِ عِلْمٌ جَمٌّ مَاکَانَ فِیْهِمْ ابْنُ اِسْحَاقَ** ۔علم کا وافر حصہ مدینے میں اُس وقت تک باقی رہے گا جب تک ابن اسحاق اہل مدینہ کے درمیان موجود رہیں گے۔

ابومعاویہ کا یہ قول ہے: **کَانَ ابْنُ اِسْحَاقَ مِنْ اَحْفَظِ النَّاسِ ،فَکَانَ اِذَا کَانَ عِنْدَالرَّجُلِ خَمْسَةُ اَحَادِیْثَ اَوْاَکْثَرُ جَاءَ فَاسْتَوْدَعَهَا مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحَاقَ،**

قَالَ: اِحُفظُهَا عَلَیَّ فَاِنْ نَسِيتُهَا كُنتَ قَدْ حَفِظْتَهَا عَلَیّ۔

ترجمہ: ابن اسحاق لوگوں میں سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے۔ اگر کسی آدمی کے پاس پانچ یا اُس سے زائد احادیث ہوتی تھیں تو وہ محمد بن اسحاق کو محفوظ رکھنے کے لیے دے دیتا تھا اور کہتا تھا کہ آپ اِنھیں محفوظ کرلیں، کیوں کہ اگر میں بھول جاؤں تو آپ سے سن کر یاد کرلوں گا۔

☆ سفیان ثوری نے کہا: میں نے ابن اسحاق کی مجالست اختیار کی ہے۔ اہل مدینہ میں سے کوئی اُن پر تہمت نہیں رکھتا تھا، نہ لوگ اُن کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے تھے۔

☆ امام احمد بن حنبل سے ابوبکر اثرم نے محمد بن اسحاق کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا ''هُوَ حَسَنُ الْحَدِيْثِ۔''

☆ امام بخاری نے فرمایا: رَأَيْتُ عَلِیَّ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَحْتَجُّ بِحَدِيْثِ ابْنِ اِسْحَاقَ قَالَ :قَالَ عَلِیٌّ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ مَا رَأَيْتُ اَحداً يَتَّهِمُ ابْنَ اِسْحَاقَ ۔ میں نے علی ابن عبداللہ کو ابن اسحاق کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ علی ابن عبداللہ نے کہا، سفیان بن عیینہ نے فرمایا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے ابن اسحاق کو متہم قرار دیا ہو۔

☆ ابراہیم بن ہمزہ نے کہا: ابراہیم بن سعد کے پاس محمد بن اسحاق کی روایت کردہ احادیثِ احکام تقریباً ۱۷۰۰ تھیں اور ابراہیم بن سعد اہل مدینہ کے سب سے بڑے محدث تھے۔

☆ شعبہ نے کہا: مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ اَمِيْرُ الْمُحَدِّثِيْنَ بِحِفْظِهٖ. محمد بن اسحاق اپنے حفظ کے سبب امیر المحدثین تھے۔

☆ ابوزرعہ دمشقی نے کہا: محمد بن اسحاق سے جن اکابر اہلِ علم نے احادیث لینے پر اتفاق کیا ہے، اُن میں سفیان ثوری، شعبہ، سفیان بن عُیینہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، عبد اللہ بن مبارک، ابراہیم بن سعد اور اکابرِ مشائخ میں یزید بن ابوحبیب ہیں۔ محدثین نے اُن کی جانچ پڑتال کی ہے تو انھیں سچا اور صاحبِ خیر پایا ہے۔ ابن شہاب زہری نے اُن کی تعریف کی ہے۔

☆ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی نے کہا: محمد بن اسحاق سے احادیث لینے کا لوگوں کو شوق ہوتا تھا۔

☆ محمد بن عبداللہ بن نمیر نے ابنِ اسحاق کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا:

اِذَاحَدَّثَ عَنْ مَّنْ سَمِعَ مِنْهُ مِنَ الْمَعْرُوْفِیْنَ فَهُوَ حَسَنُ الْحَدِیْثِ صَدُوْقٌ وَاِنَّمَا اَتَی مِنْ اَنَّهٗ یُحَدِّثُ عَنْ مَجْهُوْلِیْنَ اَحَادِیْثُ بَاطِلَةٌ .

ترجمہ: جب وہ ایسے راویوں سے روایت کریں جن سے اُن کا سماع معروف ہے تو وہ حسن الحدیث صدوق ہیں۔ ہاں کچھ مجہول راوی سے بھی ان کی کچھ باطل مرویات ہیں۔

☆ ابن عدی نے لکھا: محمد بن اسحاق کی کثیر احادیث ہیں۔ اُن سے ائمہ احادیث مثلاً شعبہ، ثوری، ابن عیینہ، حماد بن سلمہ وغیرہ نے احادیث لی ہیں۔

قَدْ فَتَّشْتُ اَحَادِیْثَهُ الْكَثِیْرَةَ فَلَمْ اَجِدْ فِیْ اَحَادِیْثِهٖ مَا یَتَهَیَّأُاَنْ یُّقْطَعَ عَلَیْهِ بِا لضُّعْفِ وَرُبَمَا اَخْطَأَاَوْ یَهِمُ فِیْ الشَّئِی بَعْدَ الشَّئِی كَمَا یُخْطِئُ غَیْرُهٗ فَلَمْ یَتَخَلَّفْ فِیْ الرِّوَایَةِ عَنْهُ الثِقَاتُ وَالْاَئِمَّةُوَهُوَلاَ بَأْسَ بِهٖ

ترجمہ: میں نے ابن اسحاق کی احادیث کی بڑی تفتیش کی ہے تو میں نے اُن کی احادیث میں کوئی سبب ایسا نہیں پایا ہے جس سے یقینی طور پر یہ کہا جائے کہ ان کی حدیث ضعیف ہے۔ ہاں کبھی کبھی اُن سے خطا اور وہم ہوا ہے جیسا کہ دوسروں سے بھی ہوتا ہے۔ اُن سے روایت لینے سے ثقہ اور ائمہ حدیث نے گریز نہیں کیا ہے۔ اُن میں کوئی عیب نہیں۔

(تہذیب الکمال ۲۴/ ۴۰۵)

مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحاق ثقہ، صدوق، عادل ہیں، اِس پر جمہور ناقدینِ حدیث کا اتفاق ہے۔ البتہ اُن پر بعض ناقدینِ حدیث نے جرح بھی کی ہے۔ بعض نے اُن پر شیعیت اور قدری ہونے کا بھی الزام رکھا ہے، لیکن یہ جروح پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ ابواسحاق جوزجانی متوفی ۲۵۹ھ نے یہ لکھا ہے: **مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاق النَّاسُ یَشْتَهُوْنَ حَدِیْثَهٗ وَكَانَ یُرْمٰی بِغَیْرِ نَوْعٍ مِنَ الْبِدَعِ.**

ترجمہ: محمد بن اسحاق کی حدیث کو محدثین شوق سے لیتے ہیں اور ان پر کئی قسم کی گمراہیوں کی تہمت لگائی جاتی تھی۔

(احوال الرجال ۱/۲۳۲)

ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں محمد بن عبداللہ بن نمیر کا یہ قول نقل کیا ہے:

كَانَ ابْنُ اِسْحَاقَ يُرْمٰى بِالْقَدْرِ وَكَانَ اَبْعَدَالنَّاسِ مِنْهُ۔ابن اسحاق پر قدری ہونے کا الزام لگایا گیا ہے، حالاں کہ وہ اِس سے کوسوں دور تھے۔

محمد بن قیم کا یہ قول بھی نقل کیا ہے: **وَتَنَاوَلَ بَعْضُهُمْ فِيْ الْعِرْضِ وَالنَّفْسِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ هَذَا النَّحْوِ اِلَّا بِبَيَانٍ وَحُجَّةٍوَلَمْ تَسْقُطْ عَدَالَتُهُمْ اِلَّا بِبُرْهَانٍ ثَابِتٍ وَحُجَّةٍ.**

ترجمہ: بعض نے اُن کی عزت وناموس پر بھی حملے کیے ہیں۔اِس قسم کی بے سند اور بے دلیل جرح کو اہلِ علم نے نا قابل التفات قرار دیا ہے۔ائمہ دین کی عدالت کو بے دلیل ساقط نہیں مانا جائے گا۔

ہاں یہاں اگر یہ شبہ پیش کیا جائے کہ جمہور نے اُنھیں مُدَلِّس کہا ہے۔وہ ثقہ راویوں سے بھی تدلیس کرتے تھے اور ضعیف راویوں سے بھی۔ایسا راوی جب تک سماع کی صراحت نہ کرے اُس کی حدیث جمہور کے نزدیک حجت نہیں ہوتی، تو تعویذ لٹکانے کے تعلق سے محمد بن اسحاق کی حدیث قابل حجت کیسے ہوگی جب کہ انھوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کرنے میں سماع کی صراحت نہیں کی ہے بلکہ لفظِ عَن سے روایت کی ہے؟

اِس شبہ کا جواب سمجھنے سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ تدلیس کی دو قسمیں ہیں: (۱) تدلیس الاسناد (۲) تدلیس الشیخ۔

☆ تدلیس الاسناد یہ ہے کہ راوی ایسے شیخ سے روایت کرے جس سے اُس کی ملاقات ثابت ہو لیکن اُس سے سماع نہ کیا ہو اور وہ روایت اِس انداز سے بیان کرے گویا اُس نے سنا ہے یا اپنے معاصر سے روایت کرے حالاں کہ اُس سے سماع نہ کیا ہو یا ملاقات ہی نہ کی ہو۔ابن دقیق العید کہتے ہیں:

اَلتَّدْلِيْسُ اَنْ يَرْوِیَ الرَّاوِیْ حَدِيْثًا عَنْ مَّنْ لَّمْ يَسْمَعْ مِنْهُ۔(الاقتراح فی بیان الاصلاح ۱/۱۹)

☆ تدلیس الشیخ یہ ہے کہ راوی کسی ایسے شیخ سے روایت کرے جس سے سماع ثابت ہو لیکن اُس کا غیر معروف نام یا کنیت ذکر کرے تا کہ پتہ نہ چل سکے کہ وہ شیخ کون ہے؟

حدیثِ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ میں محمد بن اسحاق کی طرف سے نہ تدلیس الاسناد ثابت ہے نہ تدلیس الشیخ۔ کیوں کہ محمد بن اسحاق کا سماع اپنے شیخ عمرو بن شعیب سے ثابت ہے، بلکہ اُن کی اکثر روایات عمرو بن شعیب سے مروی ہیں اور عمرو بن شعیب اُن کے معروف ومشہور شیخ ہیں۔ جب محمد بن اسحاق کا سماع عمرو بن شعیب سے ثابت ہے تو یہاں تدلیس موجود نہیں، پھر یہ بات یاد رہے کہ مدلس کی ہر روایت میں تدلیس ہو یہ ضروری نہیں، لہذا محمد بن اسحاق مُدَلِّس راوی ہونے کے باوجود چوں کہ حدیثِ عمرو بن شعیب میں اُن سے تدلیس متحقق نہیں، لہذا یہ روایت عَنْ کے ساتھ مروی ہونے کے باوجود مقبول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام حاکم نے حدیثِ مذکور کو صحیح الاسناد لکھا اور ساتھ میں یہ بھی لکھا: مُتَّصِلٌ فِیْ مَوْضِعِ الْخِلَافِ . موضعِ اختلاف یعنی عن عمرو بن شعیب کے الفاظ سے مروی ہونے کے باوجود متصل ہے، درمیان میں کوئی راوی ساقط نہیں۔

امام ترمذی نے اِس کو حَسَنْ کہا۔ محدث ابن ابی شیبہ نے مُصَنَّفْ میں ''تعویذ لٹکانے کی رخصت'' کے باب میں حدیثِ مذکور کو درج فرمایا ہے اور اُس پر کچھ جرح نہیں کی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے اور جرح نہیں کی ہے۔ محدث ابن ابی الدنیا متوفی ۲۸۱ھ اپنی کتاب اَلنَّفْقَةُ عَلَى الْعِيَالِ میں بَابُ الْعُوْذَةِ تُعَلَّقُ عَلَى الصِّبْيَانِ. (بچوں کے گلوں میں تعویذ لٹکانے کا بیان) عنوان قائم کر کے اُس میں حدیثِ محمد بن اسحاق کو درج کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے اُس پر سکوت کیا ہے اور غیر مقلد عالم شیخ البانی نے اُس کو حسن لکھنے کے باوجود تعویذ لٹکانے سے متعلق جو ٹکڑا ہے اُسے حسن نہیں مانا ہے، لیکن نہ ماننے کی کوئی دلیل نہیں ذکر کی ہے۔

محمد بن اسحاق کو مُدَلِّس ماننے کے باوجود محدثین میں سے کسی نے اُن کی عمرو بن

شعیب سے مروی عَن والی رویت کو منقطع نہیں مانا ہے، کیوں کہ اُن کا سماع عمرو بن شعیب سے معروف و مشہور ہے، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے جزء قرأۃ خلف الامام میں اُن کی عَن والی روایت سے استناد کیا ہے۔ بخاری نے الادب المفرد میں اُن کی دو مُعَنْعَنْ (عَنْ والی) روایات کو ذکر کیا ہے اور سب کو شیخ البانی نے صحیح لکھا ہے۔(دیکھیے حدیث نمبر ۳۵۵ باب فضل الکبیر اور حدیث ۳۵۸)

علاوہ ازیں بخاری نے حدیثِ مذکور کو خَلْقُ اَفْعَالِ الْعِبَادِ میں بھی ذکر کیا ہے۔ راقم کے محدود مطالعہ کے مطابق صرف حاکم کی مستدرک میں ۱۵۰ سے زائد احادیث محمد بن اسحاق عن عمرو بن شعیب والی سند سے مروی ہیں جنھیں صحیح کہنے میں علامہ ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے۔

معلوم ہوا کہ محمد بن اسحاق تابعی صدوق ثقہ ہیں اگر چہ وہ مدلِّس ہیں لیکن حدیثِ عمرو بن شعیب میں اُن سے تدلیس واقع نہیں ہے بلکہ سند متصل ہے، جیسا کہ ابن عبد البر نے الاستذکار میں ایک حدیث کے تعلق سے لکھا ہے:

مَرْوِیٌّ هٰذَا الْحَدِیْثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ مُتَّصِلاً مِنْ وُجُوْهٍ. مِنْ اَحْسَنِ مَارَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ.

ترجمہ: یہ حدیث عمرو بن شعیب سے چند طرق سے متصلاً مروی ہے۔ سب سے اچھی سند یہی حماد بن سلمہ عن محمد بن اسحاق عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے اور بعینہ یہی سند تعویذ سے متعلق حدیث کی بھی ہے۔ ابن اسحاق کی یہ روایت متصل ہے، کیوں کہ اُن کا سماع عمرو بن شعیب سے ثابت ہے، بلکہ اکثر احادیث کا سماع انھیں سے ہے اور اُن میں سے کثیر احادیث معنعن ہونے کے باوجود صحیح یا حسن ہیں، لہذا حدیثِ عمرو بن شعیب کو محمد بن اسحاق کے مُدلِّس ہونے اور عَن سے مروی ہونے کی وجہ سے ضعیف و نامقبول نہیں کہا جا سکتا۔

اعتراض (۸): اگر یہ کہا جائے کہ ہمیں تسلیم ہے کہ حدیثِ عمرو بن شعیب جس میں بچوں کے گلوں میں تعویذ لٹکانے کا ذکر ہے، حسن و مقبول ہے پھر بھی اُس سے یہ استدلال

کرنا درست نہیں کہ بچوں کے گلوں میں تعویذ لٹکانا جائز ہے۔ کیوں کہ حدیث کا مطلب یہ کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو جن بچوں کے گلوں میں دعا کے کلمات لکھ کر لٹکاتے تھے اُس سے اُن کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ بچے اُن کلمات کو یاد کر لیں، دفعِ ضرر و خوف کے لیے اُن کلماتِ دعا کو لکھ کر گلے میں لٹکانا مقصود نہیں تھا۔

جواب: معترض نے حدیثِ مذکور کی جو تشریح کی ہے وہ شارحینِ حدیث میں سے کسی نے نہیں کی ہے، بلکہ انہوں نے اِس حدیث کو تعویذ لٹکانے کے جواز کی دلیل مانا ہے۔ چناں چہ محدث علی قاری نے شرح مشکوۃ میں حدیثِ مذکور کی شرح کے ضمن میں یہ لکھا ہے:

هٰذَا اَصلٌ فِی تَعلِیقِ التَّعوِیذَاتِ الَّتِی فِیهَا اَسمَاءُ اللّٰهِ . جن تعویذات میں اسمائے الٰہی مکتوب ہوں انھیں لٹکانے کے جواز پر یہ حدیث اصل (دلیل) ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۱۵۴۴/۱)

علاوہ ازیں حدیثِ مذکور کو محمد بن اسحاق سے چند راویوں نے بیان کیا ہے، اُن کے نام یہ ہیں: یزید بن ہارون، عبدہ بن سلیمان، یونس بن بُکَیر، اسماعیل بن عیاش، حماد، جریر بن عبد الحمید۔

اُن روایات میں سے بعض کے الفاظ سے واضح طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بچوں کے گلوں میں خوف وضرر کو دفع کرنے کے لیے دعا کے کلمات لکھ کر لٹکاتے تھے، بچوں کو یاد کرانے اور اُن کو تعلیم دینے کے لیے نہیں۔ کیوں کہ جو بچے بولنے کی طاقت رکھتے تھے انھیں وہ کلمات یاد کراتے تھے اور جو بولنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے حصولِ برکت کے لیے اُن کلمات کو لکھ کر اُن کے گلوں میں لٹکا دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ابن السنی کی روایت جو ابنِ بُکَیر سے ہے اُس میں یہ الفاظ مذکور ہیں: **فَکَانَ عَبدُ اللّٰهِ یُعَلِّمُهَا مَن اَطَاقَ الکَلَامَ مِن وُلدِهٖ وَمَن لَم یُطِق کَتَبَهَا فَعَلَّقَهَا عَلَیهِ**.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اُن بچوں کو دعا کے کلمات سِکھاتے تھے جو بولنے کی طاقت رکھتے تھے، اور جو بولنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اُن کے گلوں میں اُن کلمات کو لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔ (عمل الیوم واللیلۃ ۱/۴/۶۷)

مسند احمد کی روایت جو یزید بن ہارون سے مروی ہے اُس کے الفاظ میں مزید وضاحت موجود ہے: مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: **يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وُلْدِهٖ اَنْ يَقُوْلَهَا عِنْدَ نَوْمِهٖ وَمَنْ كَانَ مِنْهُمْ صَغِيْرًا لايَعْقِلُ اَنْ يَحْفَظَهَا كَتَبَهَا لَهُ فَعَلَّقَهَا فِيْ عُنُقِهٖ۔**

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے بالغ بچوں کو وہ کلمات سکھاتے تھے تاکہ وہ سوتے وقت انھیں کہا کریں اور چھوٹے بچے جو دعا کے کلمات کو یاد نہیں کر سکتے تھے اُن کے گلوں میں اُن کلمات کو لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔　(مسند احمد ۱۱/ ۲۹۵)

کیا اتنے صاف اور صریح الفاظ کو دیکھنے کے بعد بھی معترض کا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے نابالغ بچوں کے گلوں میں دعا کے کلمات کو لکھ کر اس لیے لٹکاتے تھے تاکہ وہ انھیں یاد کر لیں؟

☆ ابن ابی الدنیا کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وُلْدِهٖ وَمَنْ لَمْ يَبْلُغْ اَنْ يَقُوْلَهَا كَتَبَهُ فَعَلَّقَهَا عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو اپنی بالغ اولاد کو سکھاتے تھے اور نابالغ بچوں کے گلوں میں لکھ کر لٹکاتے تھے۔ (النفقۃ علی العیال ۲/ ۸۶۱)

مذکورہ روایات کے الفاظ سے صاف واضح ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ دعا کے کلمات کو لکھ کر اپنے نابالغ بچوں کے گلوں میں حصولِ برکت اور شفا کے لیے ڈالتے تھے، نہ کہ انھیں کلماتِ دعا یاد کرانے کے لیے، جیسا کہ بعض غیر مقلدین وہابیہ نے اُسے شرک قرار دیتے ہوئے حدیثِ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا یہ فاسد معنی بیان کیا ہے۔

اعتراض (۹): السنن الکبری میں امام بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، انھوں نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے تمیمہ لٹکایا اللہ تعالی اُسے شفاء تام نہ دے۔ اِس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا اور ذہبی نے بھی حاکم کی تائید کی ہے، اِس سے معلوم ہوا کہ تعویذ لٹکانا جائز نہیں بلکہ

بعض احادیث میں اِس کو شرک کا حصہ کہا گیا ہے۔ رہی بات حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا نابالغ بچوں کے گلوں میں تعویذ لٹکانا تو یہ تنہا اُن کا فعل ہے، اکابر صحابہ کرام نے اِس کی تائید نہیں کی ہے۔ لہذا تنہا اُن کا فعل حدیث کے عمومِ نہی کے لیے معارض نہیں بن سکتا۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث میں قرآنی تعویذ لٹکانے کی ممانعت کہیں نہیں آئی ہے۔ دورِ جاہلیت کے تعویذ کو حدیث میں شرک اور ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں کفر و شرک کے کلمات کو لکھ کر بطور تعویذ گلے میں لٹکایا جاتا تھا یا جادو کے کلمات کو لکھ کر گلے میں لٹکاتے تھے اور یہ تصور کرتے تھے کہ اُس سے تقدیر ٹل جائے گی اور بلاؤں سے حفاظت ہوگی۔ اِس کو تمیمہ کہا جاتا تھا۔ اِس معنی میں تمیمہ لٹکانا یقیناً حرام بلکہ شرک بھی ہے۔ اِس میں تعویذ کی کیا تخصیص ہے، کوئی شخص اِس عقیدے کے ساتھ دوا سے علاج کرائے کہ دوا خود شفا دینے والی ہے، اُس میں اللہ کے ارادے کو دخل نہیں تو ایسے عقیدے کے ساتھ دوا سے علاج کرنا کرانا بھی شرک ہے۔ اگر یہ صورت نہیں بلکہ قرآنی کلمات اور ذکر و دعا کو لکھ کر گلے میں لٹکایا جائے اور اُس کے ساتھ یہ عقیدہ شامل ہو کہ دافعِ بلا اور شافیِ امراض اللہ تعالی ہے، جیسا کہ مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے تو یہ تمیمہ نہیں اور اگر بالفرض اُس کو تمیمہ کہا جائے تو یہ وہ تمیمہ نہیں جس کا لٹکانا حرام و شرک ہے، بلکہ حدیث کے عموم سے یہ مستثنی ہے، جیسا کہ شارحینِ حدیث امام ابن حجر عسقلانی، امام مناوی، امام ابن عبد البر، امام علی قاری، بلکہ غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی اور ابن القیم وغیرہ نے بھی یہی لکھا ہے۔

صحیح یہی ہے کہ قرآنی آیات اور ذکر و دعا کے کلمات کو لکھ کر گلے میں ڈالا جاتا ہے تو وہ تمیمہ و تمائم نہیں، لہذا احدیث میں مذکور حکمِ ممانعت کا تعلق قرآنی تعویذات سے ہے ہی نہیں

☆ چناں چہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے قاصد جو افریقہ میں تھے وہ یہ کہتے تھے: **مَا كَانَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ مِنَ التَّمَائِمِ.** جس تعویذ میں قرآنی کلمات ہوں وہ تمیمہ نہیں۔ (الکنی والاسماء للدولابی ۳/ ۹۵۹)

☆ حضرت عطا نے فرمایا: **لَا يُعَدُّ مِنَ التَّمَائِمِ مَا يُكْتَبُ مِنَ الْقُرْآنِ.** قرآن سے لکھ کر جو گلے میں لٹکایا جاتا ہے اُسے تمائم میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

حضرت عطا نے حضرت عبد اللہ بن عمرو سے احادیث سنی ہیں، لہذا ظاہر یہی ہے کہ انھوں نے اُنھیں کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے۔

حضرت سعید بن المسیب سے پوچھا گیا کہ قرآن لکھ کر جو بچوں اور عورتوں کے گلوں میں ڈالتے ہیں اُس کا کیا حکم ہے؟ تو انھوں نے کہا: **لَا بَأْسَ بِذٰلِکَ اِذَا جُعِلَ فِیْ کَیْرٍ مِنْ وَرَقٍ اَوْ حَدِیْدٍ وَ یُخْرَزُ عَلَیْہِ** . اِس میں حرج نہیں اگر اُس کو چاندی یا لوہے کے خول کے اندر رکھ کر کپڑے سے سی دیا جائے۔

حضرت سعید بن المسیب کا سماع بھی حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا ہے کہ: تمیمہ وہ ہے جس کو نزول بلا سے پہلے تقدیر کو ٹالنے کی نیت سے لٹکایا جائے۔ لیکن نزولِ بلا کے بعد دفعِ بلا اور اور حصول برکت کی نیت سے جو (تعویذ) لٹکایا جائے وہ تمیمہ نہیں۔ (شرح السنۃ ۱۲/ ۱۵۸)

ثابت ہوا کہ حدیث میں اُس تعویذ کو لٹکانے کی ممانعت نہیں آئی ہے اور اُس کو شرک نہیں کہا گیا جس میں قرآنی کلمات اور ذکر و دعا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ کہنا کہ تنہا حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا یہ فعل ہے لہذا حجت نہیں، اُس وقت معتبر ہوتا جب کہ اِس فعل کے معارض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا قول یا فعل ہوتا۔ اُس کے معارض نہ قولِ رسول ہے نہ فعلِ رسول، لہذا حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ کا عمل غیر معتبر اور نا قابل حجت نہیں، اور یہ کہنا لا حاصل ہے کہ اُس کے معارض قولِ رسول موجود ہے کہ آپ نے تمیمہ لٹکانے سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ جس تمیمہ کو لٹکانے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے اُس میں قرآنی تعویذ داخل ہی نہیں، تو معلوم ہوا کہ ممانعت سے متعلق قولِ رسول ﷺ جاہلیت کے تمائم کے بارے میں ہے نہ کہ قرآنی تعویذات کے بارے میں۔ نیز یہ اصول یاد رہے کہ کسی فعل کے جواز کے لیے اُس پر قول وفعلِ رسول یا قول وفعلِ صحابہ کا موجود ہونا ضروری نہیں، بلکہ اُس کے جواز کے لیے اُس سے منع کا منقول نہ ہونا ہی کافی ہے۔ قرآنی تعویذات کو گلے میں لٹکانے سے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے نہ صحابہ نے، لہذا اُس کے جواز کے لیے منع نہ ہونا ہی کافی ہے، مزید یہ کہ اُس کے جواز کو صحابی

رسول حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے فعل سے تقویت بھی حاصل ہوگئی ہے۔ اگر حدیث مذکور میں حکمِ نہی عام ہوتا تو بھی قرآنی تعویذات کو عمومِ حکم سے مستثنیٰ کرنا درست ہوتا کیوں کہ مجتہد صحابی کے فعل کو عموم کے لیے مخصص مانا جاتا ہے۔ چناں چہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں ہے''فِعۡلُ الصَّحَابِی الۡعَالِمِ مُخَصِّصٌ عِنۡدَ الۡحَنَفِیَّةِ وَالۡحَنَابِلَةِ خَلَافًا لِّلۡشَافِعِیَّةِ وَالۡمَالِکِیَّةِ''۔(فواتح الرحموت ۱/۳۵۵ بحوالہ مختصر التحریر) ترجمہ: مجتہد صحابی کا فعل حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک عام کے لئے مخصص ہے۔

ابن النجار حنبلی متوفی ۹۷۲ھ نے ابن قاضی الجبل حنبلی متوفی ۷۷۱ھ کے حوالہ سے یہ لکھا ہے''اِذَا قُلۡنَا قَوۡلُ الصَّحَابِیۡ حُجَّةٌ جَازَ تَخۡصِیۡصُ الۡعَامِ بِهٖ نَصَّ عَلَیۡهِ الۡاِمَامُ اَحۡمَدُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ وَ بِهٖ قَالَتِ الۡحَنَفِیَّةُوَالۡمَالِکِیَّةُ۔''

ترجمہ: جب ہم نے کہا کہ صحابی کا قول حجت ہے تو یہ جائز ہے کہ اُس سے عام کی تخصیص کی جائے۔ امام احمد بن حنبل نے اِس کی صراحت کی ہے اور یہی حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب ہے۔(مختصر التحریر شرح الکوکب المنیر ۳/۳۷۵)

وہابیہ کی ایک گمراہ گری یہ ہے کہ اگر کوئی فعل کسی ایک صحابی سے ثابت ہے اور وہ کثیر صحابہ سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے ثابت نہیں اور وہ دین کے اصول کے معارض بھی نہیں اور منع بھی منقول نہیں تو وہابیہ اُسے بھی بدعت و گمرہی تصور کرتے ہیں۔ اپنے اِسی گمراہ کن اصول کی بنا پر انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے فعل کو نا قابلِ اعتبار ٹھہرایا ہے، بلکہ اُسے بدعت و گمرہی کے خانے میں رکھا ہے۔ معاذ اللہ تعالی۔

قارئین کرام! فیصلہ کیجیے، تعویذ لٹکانا اگر مطلقاً شرک یا بدعت ہے تو یہ الزام ایک جلیل القدر صحابیِ رسول پر آے گا یا نہیں؟

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے تعلق سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول منقول ہے، انھوں نے فرمایا: میں صحابۂ کرام میں کسی کو اپنے سے زیادہ احادیث والا نہیں پاتا ہوں سوائے عبداللہ بن عمرو کے، کیوں کہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے۔(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۴/۱۹۲)

جس زمانے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر قرآن کی کتابت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منع فرمایا تھا، حضرت عبداللہ بن عمرو کو احادیث لکھنے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ آپ سے تقریباً سات سو مسند احادیث مروی ہیں۔اُن کی اکثر احادیث اُن کے پوتے شعیب بن محمد سے مروی ہیں۔شعیب کے والد محمد اُن کے بچپن میں وفات پا گئے تھے، انھوں نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو کی گود میں پرورش پائی تھی (سیر اعلام النبلاء۳/۸۱)

اعتــراض (۱۰):احناف کی معتبر کتاب ردالمحتار میں فتاوی قاضی خان کے حوالے سے منقول ہے کہ اگر کوئی عورت اِس مقصد کے لیے قرآنی آیات کا تعویذ تیار کروائے کہ اس کا شوہر اُس سے محبت کرے تو جامع صغیر میں ہے کہ ایسا کرنا حرام ہے۔

جــواب: ردالمحتار میں جہاں یہ مسئلہ مذکور ہے وہیں اُس کی توجیہ بھی ذکر کی گئی ہے۔ اُس میں ہے:

وَذَکَرَابْنُ وَهبَانَ فِی تَوْجِیْهِهٖ اَنَّهٗ ضَرْبٌ مِنَ السِّحْرِ وَالسِّحْرُ حَرَامٌ اہ وَمُقْتَضَاهُ اَنَّهٗ لَیْسَ مُجَرَّدَ کِتَابَةِ آیَاتٍ بَلْ فِیْهِ شَئٌ زَائِدٌ قَالَ الزَّیْلَعِیُّ وَعَنْ ابْنِ مَسْعَوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْ لَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْکٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّوَلَةُ اَیْ بِوَزْنِ عِنَبَةٍ ضَرْبٌ مِنَ السِّحْرِ قَالَ الْاَصْمَعِیُّ :هُوَ تَحْبِیْبُ الْمَرْأَةِ اِلٰی زَوْجِهَا.

ترجمہ:ابن وھبان نے حرام ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک قسم کا سحر ہے اور سحر حرام ہے۔اِس سے یہ لازم آتا ہے کہ اُس سے مراد ایسا تعویذ ہو جس میں صرف آیات نہ لکھی ہوں بلکہ کچھ اور جادو منتر وغیرہ بھی ہو۔زیلعی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: رُقٰی، تمائم،اور تِوَلَہ شرک ہیں۔ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اِس کی روایت کی ہے۔تِوَلَہ عِنَبَہ کے وزن پر ایک قسم کا جادو ہے۔اصمعی نے کہا کہ یہ وہ جادو ہے جسے عورت اپنے شوہر کی محبت حاصل کرنے کے لیے کروائے۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار۶/۴۹۲)

یہی توجیہ تبیین الحقائق اور دُرَرُالحُکّام میں بھی کی گئی ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ حُبِّ زوجین کے لیے وہی تعویذ حرام ہے جواز قبیلِ سحر وجادو ہو۔ اِسی طرح اگر نیت یہ ہو کہ مرد کو عورت کے لیے ایسا مسخر کرلیا جاے کہ وہ عورت کے ہر جائز وناجائز منشا کے مطابق کام کرے تو اِس مقصد کے لیے بھی تعویذ کروانا حرام ہے۔

اعتـــراض (۱۱): بعض تعویذات میں ملائکہ سے استعانت بھی ہوتی ہے، مثلاً تعویذ میں یاجبرئیل یامیکائیل لکھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ غیر اللہ سے مدد مانگنا ہے اور غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے۔ (شیخ عبدالعزیز بن باز)

جــواب: حقیقی اِستِعَانَت صرف اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نہ چاہے اور مدد نہ پہنچاے تو کوئی مدد نہیں کرسکتا، یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے۔ لیکن اِس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنی مدد پہنچانے کے لیے کچھ اسباب اور ذرائع پیدا کیے ہیں، اُن ذرائع اور اسباب کی اللہ کو حاجت نہیں بلکہ بندوں کو حاجت ہے، کیوں کہ بندے عالمِ اسباب میں رہتے ہیں۔ اللہ نے اسباب سے بھی اِستِعَانَت کا حکم دیا ہے، خواہ سبب نیک عمل ہو یا نیک بندہ، جیسا کہ قرآن کی آیات واحادیث اِس کی دلیل ہیں، لہذا سبب کو سبب سمجھ کر اُس سے مدد مانگنا شرک نہیں۔ سبب کو حقیقی معاون اور مستقل مؤثر ماننا شرک ہے۔ اگر غیر اللہ سے مطلقاً مدد مانگنے کو شرک کہا جائے تو دنیا میں سب مشرک ہوجائیں گے، کیوں کہ کوئی انسان ایسا نہیں جو دوسرے انسان سے مدد نہ مانگتا ہو یا دوسرے کی مدد نہ لیتا ہو۔ اگر غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے تو کیا معاذ اللہ قرآن میں شرک کا حکم دیا گیا ہے؟ کیوں کہ قرآن میں ہے: اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد مانگو۔

انبیاء، اولیا اور ملائکہ بھی اللہ کی مدد کے مضبوط اور مقبول اسباب وذرائع ہیں۔ یہ نفوسِ قدسیہ والے، بندوں کو اللہ کے اذن سے مدد پہنچاتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی کثیر نصوص اس پر شاہد ہیں۔

☆ قرآن حکیم سورۂ آل عمران آیت ۱۲۴ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے پانچ ہزار فرشتوں کو بھیجا۔

☆ سورۃ الانفال آیت ۱۲ میں ہے کہ اللہ تعالی نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ مؤمنوں کو ثابت قدم رکھ کر اُن کی مدد کریں۔ حالاں کہ اللہ تعالی چاہتا تو جنگ میں فرشتوں کو بھیجے بغیر براہ راست مؤمنوں کے قدموں کو جما دیتا، لیکن یہاں بندوں کو حاجت تھی کہ فرشتوں کو مجاہدین کی صورت میں بھیج کر اُن کی مدد کی جائے تا کہ سر کی آنکھوں سے مدد کرنے والوں کو دیکھ کر میدانِ جنگ میں اُن کا جوش اور حوصلہ زیادہ ہو۔

سورۂ فُصِّلت آیت ۳۰ میں ہے کہ صاحبِ استقامت مؤمنوں کے پاس فرشتے آتے ہیں اور انھیں بشارت سناتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو، غم نہ کرو، جنت کی خوش خبری قبول کرو۔ ہم دنیا میں تمہارے مددگار ہیں اور آخرت میں بھی۔

مذکورہ آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ ملائکہ مؤمنوں کے لیے مددگار ہیں اور اُن کی مدد اللہ کے اذن سے ہوتی ہے، لہذا اُن سے مدد طلب کرنا حقیقت میں اللہ کی مدد طلب کرنا ہے۔ اگر وہابیہ کے بقول غیر اللہ سے مدد طلب کرنا شرک ہے تو کیا معاذ اللہ اُن کے نزدیک ملائکہ بھی مشرک ہیں؟ کیوں کہ ملائکہ خود مؤمنوں کو بشارت دیتے ہیں کہ وہ دنیا و آخرت میں مؤمنوں کے مددگار ہیں۔ کیا وہابیہ کے نزدیک غیر اللہ سے مدد مانگنا تو شرک ہے لیکن غیر اللہ کا خود کو مددگار کہنا اور سمجھنا شرک نہیں؟

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جب حضرت ہاجرہ علیھا السلام اپنے بچے اسماعیل علیہ السلام کی پیاس بجھانے کے لیے پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کی دوڑ لگا رہی تھیں تو انھیں ایک غیبی آواز سنائی دی تو انھوں نے کہا: میں نے تمہاری آواز سن لی ہے اگر تم میری کچھ مدد کر سکتے ہو تو کرو۔ اُس وقت ایک فرشتے نے چاہ زمزم پر پنجہ مارا یا اُس پر اپنا پیر مارا تو پانی جاری ہو گیا۔ (صحیح البخاری ۱۴۲/۴)

حضرت ہاجرہ نے غیبی آواز دینے والے شخص کو غیر اللہ سمجھ کر مدد کا مطالبہ کیا تھا۔ آواز دینے والا یقیناً غیر اللہ تھا کیوں کہ اللہ کے لیے آواز محال ہے اور اللہ کے پاس مدد کا ہونا یقینی ہے، اگر چہ ضروری نہیں کہ ہر بندے کو یقینی طور پر مطلوبہ مدد حاصل ہو۔ لیکن حضرت ہاجرہ نے تو یہ کہا تھا ”اِنْ کَانَ عِنْدَکَ غَوَاثٌ“ اگر تیرے پاس مدد ہے تو میری مدد کر۔ اِس سے یہ

ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ہاجرہ نے منادی کو غیر اللہ سمجھ کر اُس سے مدد مانگی تھی، کیوں کہ غیر اللہ کے پاس مطلوبہ مدد کا موجود ہونا یقینی نہیں، اِسی لیے شک کے ساتھ فرمایا: اگر تیرے پاس مدد ہے تو میری مدد کر۔

فرشتے نے حضرت ہاجرہ کی طلب کے مطابق مدد کی، زمزم کا پانی جاری کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سیراب ہوئے۔ یہاں غیر اللہ سے مدد مانگنا بھی پایا گیا اور غیر اللہ کا مددگار ہونا بھی پایا گیا۔ اب سوال یہ ہے اگر غیر اللہ مثلا فرشتے سے مدد طلب کرنا شرک ہے تو کیا حضرت ہاجرہ کا یہ عمل شرک تھا اور کیا فرشتے کا مددگار بننا بھی شرک تھا؟ پھر تو وہابیہ کے مطابق حضرت ہاجرہ اور مدد کرنے والا فرشتہ دونوں مشرک ٹھہرے؟ استغفر اللہ العظیم۔ اللہ محفوظ رکھے وہابیہ کی بدعقیدگی سے کہ جس کے مطابق اولوالعزم پیغمبر کی مومنہ بیوی اور فرشتہ بھی شرک کی زد میں آجائے۔ سچ کہا ہے کسی نے: وہابی بولتا ہے مگر سمجھتا نہیں

الغرض۔ قرآنی آیات اور صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ ملائکہ بھی اللہ کی عطا کردہ قدرت سے مدد کرنے والے ہیں۔ جب ملائکہ مدد کرنے والے ہیں تو اُن سے مدد طلب کرنا شرک نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ جن تعویذات میں یا جبریل، یا میکائیل اور یا اسرافیل مکتوب ہوں وہ مشرکانہ تعویذ نہیں۔

اعتراض (۱۲): قرآن حکیم کی آیت ''وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَاءٌ'' سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شفا ہے۔ ''قرآن شفا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ اُس کو تلاوت کرنے اور اُس پر عمل کرنے سے آدمی کو کفر و گمرہی، جہالت وغیرہ سے شفا ملتی ہے۔ قرآن نسخۂ شفا ہے۔ نسخۂ شفا پر عمل کرنے سے فائدہ حاصل ہو گا نہ کہ تعویذ بنا کر گلے میں لٹکانے سے۔ یہ تو ایسا ہی ہوا کہ ڈاکٹر نے مریض کو دوا کا نسخہ لکھ کر دیا اور مریض نے نسخہ کے مطابق دوا لے کر کھانے کے بجائے دوا کے نسخہ کو تعویذ بنا کر گلے میں لٹکا لیا یا اُسے گھول کر پی لیا۔ جس طرح دوا کے نسخہ کو گلے میں لٹکانے یا گھول کر پینے سے مرض سے شفا حاصل نہیں ہو سکتی اُسی طرح قرآن حکیم کو تعویذ بنا کر گلے میں لٹکانے یا گھول کر پینے سے شفا حاصل نہیں ہو سکتی۔

جواب: قرآنِ حکیم پر عمل کرنے سے کفر و شرک اور جملہ امراضِ روحانیہ سے شفا ملتی

ہے، قرآن کو تعویذ بنا کر گلے میں لٹکانے سے روحانی امراض سے شفا نہیں ملے گی ،اِس بات میں کسی مسلمان کو شک نہیں ،لیکن سوال یہ ہے کہ کیا قرآنی آیات کی تلاوت سے برکت حاصل ہوتی ہے یا نہیں اور تلاوت کر کے مریض پر دم کرنے سے مریض کو شفا ملتی ہے یا نہیں؟ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ قرآنی آیات کو پڑھ کر مریض پر دم کرنے سے شفا ملتی ہے اور برکت حاصل ہوتی ہے۔اب ہمارا مخالفین سے یہ سوال ہے کہ اگر قرآن حکیم آپ کے نزدیک کسی ڈاکٹر کے لکھے ہوئے نسخہ کی طرح ہے تو یہ بتایا جائے کہ قرآنی آیات پڑھ کر دم کرنے سے تو مریض کو فائدہ ہوتا ہے، اُسے شفا ملتی ہے لیکن کیا کسی ڈاکٹر کا لکھا ہوا کوئی ایسا نسخہ بھی ہے جس کو ایک بار نہیں ایک ہزار بار پڑھ کر مریض پر دم کیا جاے تو کچھ فائدہ ہوگا؟ ہرگز نہیں۔تو پھر قرآن کو کسی ڈاکٹر کے لکھے ہوئے نسخہ کی طرح کہنا کیسے صحیح ہوگا ؟حق یہ ہے کہ قرآن کسی ڈاکٹر یا حکیم کے نسخہ کی طرح نہیں ۔یہ اللہ کا پاک اور بابرکت کلام ہے جس پر عمل کرنے سے آدمی کو جملہ امراض روحانیہ سے شفا ملتی ہے اور اُس کی آیات وکلمات کی تلاوت امراض جسمانیہ کے لیے بھی شفا ہے، اِس کے ثبوت پر صحیح احادیث موجود ہیں اور تجربات بھی شاہد ہیں۔یہی وجہ ہے مفسرین کرام نے آیت مذکورہ کی تفسیر کے ضمن میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ قرآن جس طرح روحانی امراض سے شفا دینے والا ہے اسی طرح جسمانی امراض سے بھی شفا دینے والا ہے۔

علامہ فخر الدین رازی نے تحریر فرمایا ہے:

وَاَمّا کَوْنُہٗ شِفَاءً مِنَ الْاَمْرَاضِ الْجِسْمَانِیَّۃِفَلِاَنَّ التَّبرُّکَ بِقِرَأَتِہٖ یَدْفَعُ کَثِیْرًا مِنَ الْاَمْرَاضِ.

قرآن جسمانی امراض سے بھی شفا دینے والا ہے کیوں کہ اُس کی قرأت کی برکت سے بہت سے امراض دور ہو جاتے ہیں۔(تفسیر الرازی ۲۱/ ۳۸۹)

قرآن حکیم کے کلمات بھی یقیناً بابرکت ہیں۔جس چیز پر قرآنی کلمات پڑھے جاتے ہیں اُس میں برکت ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم **مُعَوِّذَتَین (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ،قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ** اخیر تک) پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم

کر کے اپنے پورے جسم پر مَل لیتے تھے۔

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم کے پاس آئے۔ وہ مُہلِک درد کے شکار تھے۔ اُن سے رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ** . سات مرتبہ پڑھ کر اپنے داہنے ہاتھ پر دم کر کے جسم پر پھیر لو۔ حضرت عثمان کا بیان ہے کہ میں نے ویسا ہی کیا تو میرا درد، دور ہو گیا۔ اب میں اپنے گھر والوں کو وہی دعا پڑھنے کا حکم دیتا ہوں۔ (**موطا امام مالک ۹۳۹۲ باب الرقیۃ من العین**)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کے کلمات کو پڑھ کر دم کیا جائے تو اُس سے شفا ملتی ہے۔ قرآنی آیات اور دعا کے کلمات کو پڑھ کر ہاتھوں پر دم کرنے سے برکت اُن میں منتقل ہو جاتی ہے اور ہاتھوں کو جسم پر پھیرنے سے شفا ملتی ہے۔ اسی طرح قرآنی آیات اور دعا کے کلمات کو کسی کاغذ وغیرہ پاک چیز میں لکھ کر پانی سے دھو کر مریض کو پلایا جائے یا مریض کے گلے میں لٹکایا جائے تو اُس میں بھی اُس کی برکت منتقل ہوتی ہے اور شفا و برکت حاصل ہوتی ہے، لہذا اُس کو ناجائز کہنا درست نہیں۔ کیوں کہ اُس کی ممانعت پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں، بلکہ خود صحابیِ رسول حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے عمل سے اُس کے جواز کو تائید حاصل ہوتی ہے۔ جن تعویذات میں قرآنی آیات یا کلماتِ دعا و ذکر مکتوب ہوں اُن کو مریض کے گلے میں لٹکانے کا وہی حکم ہے جو قرآنی آیات و کلمات و دعا و ذکر کے ذریعہ مریض پر دم کرنے کا حکم ہے۔

☆ چناں چہ علامہ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے یہ تحریر فرمایا ہے:

وَكُلُّ مَا يُعَلَّقُ بَعْدَ نُزُوْلِ الْبَلَاءِ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ وَكِتَابِهٖ رَجَاءَ الْفَرَجِ وَالْبُرْءِ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَهُوَ كَالرُّقِيِّ الْمُبَاحِ الَّذِىْ وَرَدَتِ السُّنَّةُ بِاِبَاحَتِهٖ مِنَ الْعَيْنِ وَغَيْرِهَا.

ترجمہ: جس تعویذ میں اللہ کے اسماء اور اُس کا کلام مکتوب ہو اُس کو نزولِ بلا کے بعد گلے میں لٹکانا، کہ اللہ عزوجل اُس کی برکت سے شفا عطا فرمائے گا جائز ہے، جس طرح نظر

وغیرہ کو دور کرنے کے لیے دم کرنے کے جواز پر سنت و حدیث وارد ہے۔ (التمھید ۱۷/۱۶۱)

☆ پھر امام مالک کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَقَدْ قَالَ مَالِکٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا بَأْسَ بِتَعْلِيْقِ الْكُتُبِ الَّتِي فِيْهَا اَسْمَاءُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى اَعْنَاقِ الْمَرْضٰى عَلٰى وَجْهِ التَّبَرُّكِ بِهَا .

ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ تعویذات جن میں اللہ عزوجل کے نام مکتوب ہوں انھیں حصولِ برکت کے لیے مریضوں کے گلوں میں لٹکانے میں کوئی حرج نہیں۔ (ایضاً)

☆ شارح بخاری ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ نے یہ تحریر فرمایا ہے:

وَلَا بَأْسَ بِتَعْلِيْقِ التَّمَائِمِ وَالْخَرَزِ الَّتِي فِيْهَا الدُّعَا وَالرُّقِيُّ بِكِتَابِ اللّٰهِ عِنْدَ جَمِيْعِ الْعُلَمَاءِ لِاَنَّ ذٰلِکَ مِنَ التَّعَوُّذِ بِاَسْمَاءِ اللّٰهِ .

ترجمہ: اُن تعویذات اور منکوں کو لٹکانے میں کوئی حرج نہیں جن میں دعا ہو اور کتاب اللہ کے ذریعہ دم کیا گیا ہو۔ یہ تمام علماء کے نزدیک جائز ہے، کیوں کہ یہ اسمائے الٰہی کے ذریعہ اللہ سے پناہ مانگنا ہے۔ (شرح صحیح بخاری ۵/ ۱۵۹)

☆ شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے یہ تحریر فرمایا ہے:

هٰذَا كُلُّهُ فِي تَعْلِيْقِ التَّمَائِمِ وَغَيْرِهَا مِمَّا لَيْسَ فِيْهِ قُرْآنٌ وَنَحْوُهُ فَاَمَّا مَا فِيْهِ ذِكْرُ اللّٰهِ فَلَا نَهْيَ فِيْهِ فَاِنَّهُ اِنَّمَا يُجْعَلُ لِلتَّبَرُّكِ بِهٖ وَالتَّعَوُّذِ بِاَسْمَائِهٖ وَذِكْرِهٖ.

ترجمہ: وہ تمام احادیث جن میں تعویذات لٹکانے کی ممانعت ہے اُن سے مراد وہ تعویذات ہیں جن میں قرآن اور کلماتِ ذکر و دعا نہ ہوں، لیکن جس میں ذکر اللہ ہو تو اُس کا لٹکانا منع نہیں، کیوں کہ وہ ذکر اللہ سے حصولِ برکت کے لیے ہے اور اسمائے الٰہی اور ذکر اللہ کے ذریعہ اللہ سے پناہ حاصل کرنا ہے۔ (فتح الباری ۶/ ۱۴۲)

شارحینِ حدیث کی تشریحات سے معلوم ہوا کہ قرآنی کلمات اور دعا و ذکر والے تعویذات کو گلے میں لٹکانا شرک یا حرام نہیں۔

اعتراض (۱۳): اگر حدیثِ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی بنا پر قرآنی تعویذات کا لٹکانا جائز ہو تو یہ جواز صرف نابالغ بچوں کے ساتھ خاص ہوگا۔ کیوں کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بالغ اولاد کو دعا کے کلمات سکھاتے تھے اور نابالغ بچے جو دعا کے کلمات نہیں سیکھ سکتے تھے اُن کے گلوں میں وہ کلمات لکھ کر لٹکاتے تھے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ بالغ شخص کے گلے میں لٹکانا جائز نہیں۔

جواب: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے عمل سے یہ ثابت کرنا کہ بالغوں کے لئے تعویذ لٹکانا حرام ہے، قطعاً درست نہیں۔ اُس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بالغ شخص جو دعا کے کلمات سیکھنے پر قادر ہے اُس کے لیے افضل ہے کہ دعا کے کلمات سیکھے اور خود دعا کے کلمات کو پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کے عمل میں دعا کی تعلیم پر ترغیب ہے۔ اُس سے اشارۃً بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ بالغ افراد کے لئے تعویذ لٹکانا حرام یا شرک ہے۔ نابالغ بچے چوں کہ دعا کے کلمات سیکھنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے اس لیے اُن کے گلوں میں دعا کے کلمات کو لکھ کر لٹکا دیا جاتا تھا۔ اِس عمل سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جو بالغ شخص دعا کے کلمات سیکھنے یا محفوظ رکھنے کی قدرت نہ رکھتا ہو مثلاً معذور ہو یا سیکھنے کی استطاعت رکھتا ہو لیکن سیکھنے اور محفوظ رکھنے میں کافی وقت درکار ہو یا دور ہونے کی وجہ سے اُسے فی الفور تعلیم دینا دشوار ہو یا موجود نہ ہونے کی بنا پر اُس پر پڑھ کر دم کرنا ممکن نہ ہو تو ایسی صورتوں میں چاہیے کہ نیک، دیندار صاحب علم شخص سے دعا و تعویذ کے کلمات کو لکھوا کر مریض کے گلے میں ڈالے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ دعا کے کلمات یاد کرنے کی استطاعت نہ رکھنے والے بچوں کے گلوں میں لکھ کر لٹکاتے تھے۔

قرآنی کلمات اور دعا نابالغ و بالغ دونوں کو یکساں نفع بخش ہیں۔ اِس میں بالغ و نابالغ کا کوئی فرق نہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ملحوظ رہے کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ مسنون دعاؤں کو سیکھے اور خود اُن سے فائدہ اٹھائے اور دعائیں سیکھنے کی مدت میں کوئی پریشانی لاحق ہو تو

قرآنی علاج کے لیے کسی نیک، باعمل عالم دین وشیخ کی طرف رجوع کرے اور اُن سے دم وتعویذ کرائے۔ محدثین ومشائخ سے قرآنی تعویذات کا لکھنا، انھیں مریض کو پلانا اور اُس کے جسم پر لٹکانا بھی منقول ہے۔

☆ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے دفع بخار کے لیے تعویذ لکھنا منقول ہے:

امام مروزی کا بیان ہے کہ ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) کو معلوم ہوا کہ میں بخار میں مبتلا ہوں تو انھوں نے مجھے ایک رقعہ میں یہ دعا لکھ کر دی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَمُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ. يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنَا هُمُ الْخَاسِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ اِشْفِ صَاحِبَ هٰذَاالْكِتَابِ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ وَجَبَرُوْتِكَ اِلٰهَ الْحَقِّ، آمِيْنَ (المواہب اللدنیہ ۳/۵۴ باب رقیۃ الحمی)

☆ خلال نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوبکر المروزی نے کہ ابوعبداللہ (امام احمد) کے پاس ایک آدمی آیا اور بولا: اے ابوعبداللہ! دو دنوں سے ایک عورت در دِزہ (وضعِ حمل کی تکلیف) میں مبتلا ہے، اُس کے لیے کوئی تعویذ لکھ دیجئے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ایک بڑا پیالہ اور زعفران لے آؤ۔ مروزی کہتے ہیں کہ میں نے اُس کے علاوہ کئی لوگوں کے لیے انھیں تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ایضاً)

☆ مفسرِ قرآن علامہ آلوسی نے تو ابنِ سیرین تابعی کا حوالہ نقل کر کے معاملہ ہی صاف کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا يَرٰى بَأْسًا بِالشَّيْئِ مِنَ الْقُرْآنِ اَنْ يُّعَلِّقَهٗ كَبِيْراً اَوْصَغِيْراً مُطْلَقًا وَهُوَ الَّذِىْ عَلَيْهِ النَّاسُ قَدِيْمًا وَحَدِيْثًا فِىْ سَائِرِ الْاَمْصَارِ۔ (روح المعانی ۸/۱۳۹)

ترجمہ: ابن سیرین اِس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ تعویذ بنا کر قرآن کے کچھ حصے کو لٹکائے، جس کے گلے میں لٹکایا جائے وہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ اِس پر تمام شہروں میں ہمیشہ سے لوگوں کا عمل جاری ہے۔

☆اہل حدیث وہابیوں کے معتمد عالم شیخ ابن القیم نے قرآنی تعویذات لکھنے کے جواز پر متعدد روایات کو نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے:

وَرَخَّصَ جَمَاعَةٌ مِنَ السَّلَفِ فِیْ کِتَابَةِ بَعْضِ الْقُرْآنِ وَشُرْبِهٖ وَجَعَلَ ذٰلِکَ مِنَ الشِفَاءِ الَّذِیْ جَعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ.

ترجمہ: اسلاف کی ایک جماعت نے قرآنی تعویذ لکھنے اور اُس کو پینے کی رخصت دی ہے اور یہ کہا ہے کہ اُس سے حاصل ہونے والی شفا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے۔

(زادالمعاد۴/ ۳۲۷ کتاب لعسر الولادۃ)

اگر قرآنی تعویذ لکھ کر مریض کو پلانے یا گلے میں لٹکانے کو اہل حدیث وہابیہ شرک کہتے ہیں تو اُن کے نزدیک وہ ائمہ جو اُسے جائز قرار دیتے ہیں مثلا امام احمد بن حنبل، امام مروزی، شیخ ابو محمد مرجانی (علامہ ذہبی کے شیخ) اور ایک جماعتِ سلف جو اُس کے جواز کے قائلین میں ہے، کیا وہ سب کے سب مشرک ہیں؟؟ حیرت ہے وہابیہ پر کہ اُن کے حملے سے خود انھیں کے معتمد علماء زخمی ہوتے ہیں پھر بھی وہ اپنی ہٹ دھرمی پر جمے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں فکرِ سلیم عطا فرمائے۔

سچ کہا ہے کسی شاعر نے:

لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ یُستَطَبُّ بِهٖ
اِلَّا الحَمَاقَةَ اَعیَت مَن یُدَاوِیهَا

ترجمہ: ہر بیماری کے علاج کے لیے دوا ہے، مگر حماقت ایسی بیماری ہے جس کے سامنے ہر معالج عاجز ہے۔

اعتراض (۱۴): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا ہے: اِنَّ قَوْمًا یَحْسُبُوْنَ اَبَاجَادُ وَیَنْظُرُوْنَ فِی النُّجُوْمِ وَلَا اَرٰی لِمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ مِنْ خَلَاقٍ۔

ترجمہ: ایک قوم حسابِ اَبجد پر عمل کرے گی اور ستاروں میں نظر ڈالے گی (مستقبل کے حالات معلوم کرنے کے لئے) جو ایسا کرے گا اُس کے لئے آخرت کا کوئی حصہ نہیں۔

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ جو تعویذات حسابِ ابجد کے مطابق لکھے جاتے ہیں اور قرآنی آیات وسورتوں کے حروف کے اعداد بحسابِ ابجد نکال کر اُن کے نقوش تیار کئے جاتے ہیں، وہ جائز نہیں۔ روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ سب سے پہلے اَبجد کا حساب یہودیوں نے نکالا ہے۔

جواب :حسابِ ابجد کا عمل مطلقاً حرام نہیں۔ علماء نے بحسابِ ابجد تاریخی مادے نکالے ہیں اور آج تک بغیر کسی انکار کے علماء میں یہ عمل جاری ہے۔ اگر مطلقاً اُس کو حرام کہا جائے تو تمام علماءِ اسلاف اور دور حاضر کے علماء کو بلا تفریق مرتکب حرام اور فاسق وفاجر قرار دینا لازم آئے گا۔ کیوں کہ یہ عمل علماء کے درمیان ہمیشہ سے رائج رہا ہے۔ مثال کے طور پر شیخ شمس الدین محمد بن احمد ابن عبدالہادی سے کہا گیا: یُمْکِنُ اَنْ تَشْرَحَ لِیَ الْبُیْتَ الَّذِیْ جَمَعَ وَفَیَاتِ الاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ ۔آپ میرے سامنے کوئی ایسا شعر پیش کر سکتے ہیں جس میں چاروں اماموں کی تاریخِ وفات مذکور ہو۔ ابن عبدالہادی نے کہا:

فَنُعُمَانُھُمْ "قن" و "طعق" لِمَالِك ۔۔ وَلِلشَّافِعِي "در" و "رام" لِابْنِ حَنْبَل

یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تاریخ وفات لفظ ''قن'' سے، امام مالک کی لفظ ''طعق'' سے، امام شافعی کی لفظ ''در'' سے اور امام احمد بن حنبل کی تاریخ وفات لفظ ''رام'' سے نکلتی ہے۔ یہ شعر کہنے کے بعد ابن الہادی نے کہا: ھَذَا عَلَی حِسَابِ الْجُمَلِ الْمَعْرُوْفِ عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ ۔یہ بحساب ابجد ہے جو کہ اہل علم کے درمیان معروف ہے۔ (شرح المحرر فی الحدیث ۲۶۔۵، کتاب الصلاۃ)

ابن الہادی کے قول سے ثابت ہوا کہ مطلقاً حسابِ ابجد کا عمل اختیار کرنا حرام نہیں۔ حسابِ ابجد کی وہ صورت جو نصوص شرعیہ کے خلاف ہے وہ حرام ہے۔ مثال کے طور پر یہودیوں نے حسابِ ابجد سے دین اسلام کی مدت متعین کی تھی۔ جب الٓمٓ نازل ہوا تو یہودیوں نے حساب لگا کر یہ کہا کہ ہم اُس دین میں کیوں کر داخل ہو سکتے ہیں جس کی عمر اے سال ہیں۔ انھوں نے حساب لگایا کہ الف کا عدد ایک، لام کے تیس اور میم کے چالیس ہیں تو مجموعہ اکہتّر ہوئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے انھیں کے طریق پر اُن

کا رد کرتے ہوئے فرمایا: الٓمٓصٓ بھی قرآن میں ہے، اب بولو دین اسلام کی مدت کتنی ہے؟ انھوں نے کہا: ۱۶۱ سال۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: الٓر بھی ہے۔ اب بتاؤ؟ انھوں نے کہا: ۲۳۱ سال، پھر فرمایا: الٓمٓر بھی ہے۔ کہنے لگے یہ تو ۲۷۱ سال ہو گئے۔ پتہ نہیں اِس دین کی کتنی مدت ہے؟ معاملہ ہم پر مشتبہ ہو گیا، لہٰذا ہم اِس دین کو اختیار نہیں کریں گے۔ (تفسیر الرازی: ۲۔۲۵۴)

یہاں پر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہودیوں نے حسابِ ابجد سے دینِ اسلام کی مدت کی تعیین کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کے استدلال کو باطل قرار دیا لیکن حسابِ ابجد کو مطلقاً باطل نہیں فرمایا، بلکہ اشارتاً اُس کو ثابت رکھا۔ حسابِ ابجد اگر مطلقاً باطل ہوتا تو حضور ﷺ یہ فرماتے کہ اُن حروف کے اعداد متعین کرنا درست نہیں۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اگر الم کے اعداد سے تمہارا یہ استدلال درست ہو کہ دینِ اسلام کی مدت ۷۱ سال ہیں تو المص، الر، المر بھی تو قرآن میں ہیں اُن میں سے کس کے اعداد کو اختیار کرو گے، اور کس سے دین اسلام کی مدت متعین کرو گے؟

معلوم ہوا کہ حسابِ ابجد سے مستقبل کے واقعات کو معلوم کرنے کا دعوی کرنا باطل ہے۔ یہ طریقہ یہودیوں کا ہے۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے حسابِ بجد سے دنیا کی عمر ۱۴۰۷ سال متعین کی ہے۔ انھوں نے قرآن کی آیت لَا تَـأْتِيـكُـمْ اِلَّا بَغْتَةً (قیامت تم کو اچانک آئے گی) میں لفظِ ''بَغْتَةً'' سے استدلال کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بَغْتَـةُ کے اعداد ۱۴۰۷ ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی عمر چودہ سو سات سال ہیں۔ یہ بات نصوصِ قطعیہ کے خلاف ہے، لہٰذا باطل ہے۔

حسابِ ابجد مطلقاً ممنوع نہیں، اِس بات کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے، جس کو ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ رُبَّ مُتعَلِّمٍ حَرُفَ اَبِی جَادُ وَنَاظِرٍ فِی الُنُّجُومِ مالَهُ عندَ اللّٰهِ مِنُ خَلَاقٍ یومَ الُقِیامَةِ۔

ترجمہ : کچھ حروفِ ابجد سیکھنے والے اور علم نجوم والے ایسے ہیں جن کے لئے اللہ کے یہاں قیامت میں کوئی حصہ نہیں۔ (معجم ابن الاعرابی ۲۔۸۳۹)

لفظ ''رُبَّ'' کو اگر قلّت کے معنی میں لیا جائے تو حدیث سے مراد یہ ہے کہ علمِ ابجد والے تھوڑے لوگ وعیدِ مذکور کے مستحق ہیں، اور اگر رُبَّ کو کثرت کے لئے مانا جائے تو بھی کچھ علمِ ابجد والے حدیثِ مذکور کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ بہر حال یہ ثابت ہوا کہ مطلقاً علمِ ابجد سیکھنا اور اُس کے مطابق جائز امور کے لئے حروف کے اعداد نکالنا ناجائز نہیں۔ مثلاً اُس سے تاریخ ِپیدائش یا تاریخِ وفات کے الفاظ متعین کرنا یا حصولِ برکت کے لئے قرآنی کلمات کے اعداد نکال کر تعویذ و نقوش بنانا حرام نہیں۔ کیوں کہ یہ عمل نصوصِ قرآن یا حدیث کے خلاف نہیں۔ جو اِس کو حرام یا شرک کہتا ہے اُس کے ذمہ لازم ہے کہ اُس کی حرمت پر کوئی نص لے آئے۔

اعتراض (۱۵): اہل بدعت کے پاس بھی اپنی بدعت کے حق میں سب سے مؤثر حربہ اور مضبوط دلیل یہی ہے، وہ بھی چیلنج کے انداز میں یہی کہتے ہیں، آں حضرت ﷺ نے تعویذ لٹکانے سے منع نہیں فرمایا۔ اگر یہ اصول اپنا لیا جائے کہ جس چیز سے آنحضرت ﷺ نے منع نہیں فرمایا وہ جائز ہو جائے تو پھر اگر کوئی شخص نماز، روزہ، حج اور زکاۃ وغیرہ پر سنت کے مطابق عمل کرنے کے بجائے اُن کے احکام لکھ کر گلے میں ڈال دے یا بازو سے باندھ لے اور کہہ دے کہ شریعت نے اس طریقہ سے منع نہیں کیا ہے تو کیا آپ اس کی تائید فرمائیں گے؟ (تعویذ اور دم قرآن و سنت کی روشنی میں ص ۱۷)

جواب: شریعت کا یہ اصول تمام علماء حتی کہ فرقہ وہابیہ واہل حدیث کے امام قاضی شوکانی کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے کرنے کا حکم دیا ہے یا خود کیا ہے اگر وہ فرض وواجب نہیں تو سنت ہے اور اگر اُس کو کرنے سے منع نہیں فرمایا ہے تو وہ مباح و جائز ہے۔ تعویذ لٹکانے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے نہیں دیا ہے یا خود نہیں لٹکایا ہے تو یہ عمل فرض وواجب اور سنت میں داخل نہیں۔ لیکن جو چیز سنت نہیں اُس کو حرام و بدعت کہنا اہلِ حدیث مولویوں کی جرأت اور دین میں دخل اندازی ہے۔ جس چیز کو اللہ جلَّ وَعلا اور اُس کے رسول ﷺ نے حرام نہیں کیا ہے اُس کو حرام کہنے کا اختیار کسی مولوی کو نہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَلَا

تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ (النحل:۱۱۶)

ترجمہ: تم اللہ تعالی پر جھوٹی تہمت رکھتے ہوئے، اپنی زبانوں سے جھوٹ بولتے ہوئے یہ نہ کہو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام ہے۔ بے شک جو اللہ پر جھوٹ گڑھتے ہیں وہ (آخرت میں) کامیاب نہیں ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: **الحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ، وَالحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ** (سنن الترمذی ۴-۲۲۰)

ترجمہ: حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے سکوت اختیار کیا (جس سے منع نہیں فرمایا) وہ معاف ہے۔ (اُس کو کرنا گناہ نہیں)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز سے اللہ ورسول نے منع نہیں فرمایا ہے وہ مباح وجائز ہے۔ یہ اصول کسی امام، فقیہ کا بنایا ہوا نہیں ہے، بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کا عطا کردہ ہے۔

اب وہابی مولوی سے سوال ہے کہ قرآنی تعویذ کو اللہ جل جلالہ نے یا رسول اللہ ﷺ نے قرآن وحدیث میں کہاں منع کیا ہے؟ کہیں پہ منع نہیں بلکہ اُس پر سکوت ہے، لہذا فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق مباح ہے۔ کوئی وہابی اہل حدیث اُس کو حرام یا شرک کہتا ہے تو اُس پر قرآن وحدیث یا مذاہب مجتہدین سے دلیل لانا ضروری ہے۔

وہابی مولوی کا یہ کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآنی آیات اور دعا پڑھ کر خود دم فرمایا ہے اور دم کرنے کا حکم دیا ہے، لہذا ایہی طریقہ سنت ہے اور اِس کے سوا دوسرے طریقے مثلا لکھ کر لٹکانا یا پلانا بدعت ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ دعا کے کلمات پڑھ کر دم کرنا یقیناً سنت ہے۔ اِس کے سنت ہونے کا نہ ہم انکار کرتے ہیں نہ اُس پر عمل کرنے سے اعراض کرتے ہیں۔ قرآنی آیات اور دعا کے کلمات کو پڑھ کر دم بھی کرتے ہیں اور مریض کو خود سے دم کرنے کا حکم بھی دیتے ہیں، لیکن حاجت ہونے پر (مثلاً، مریض دور ہو یا دعا کے کلمات پڑھنے سے قاصر ہو تو) کبھی لکھ کر

مریض کے گلے میں لٹکاتے بھی ہیں اور مریض کو پلاتے بھی ہیں۔ وہابی مولوی سے سوال یہ ہے کہ کیا قرآنی کلمات کو صرف پڑھنے سے برکت حاصل ہوتی ہے اور کسی کاغذ پہ لکھنے سے اُن کلمات کی برکت ختم ہو جاتی ہے، اُن کا تقدس زائل ہو جاتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر جس کاغذ پہ قرآنی آیات لکھی ہوں اُس کو بے وضو چھونا منع کیوں ہے؟ قرآنی تعویذ کو لٹکانا یا پینا، پلانا اُس وقت بدعت ہوتا جب اُسی کو سنت مانا جاتا یا اُس سے قرآن وحدیث میں منع وارد ہوتا۔ جب اُس کو سنتِ رسول تصور نہیں کیا جاتا اور اُس سے منع بھی وارد نہیں تو یقیناً وہ بدعت وحرام نہیں۔

وہابیہ بدعت کا معنی غلط بتا کر اپنے سوا تمام مسلمانوں کو اہل بدعت وگمراہ کہتے ہیں، بلکہ شرک کی من مانی تشریح کر کے دنیا کے تمام مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں۔ اللہ تعالی امتِ مسلمہ کو اُن کی مذہبی دہشت گردی سے محفوظ رکھے۔

وہابی مولوی نے نماز، روزہ وغیرہ کو جو مثال میں پیش کیا ہے وہ اُس کی جہالت کی دلیل ہے۔ وہابی مولوی کو اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ تعویذ اور نماز وروزے کے حکم میں بہت بڑا فرق ہے۔ نماز، روزے، حج وزکاۃ فرض ہیں اور تعویذ کرنا، کرانا فرض وواجب نہیں۔ نماز، روزے حج وغیرہ عبادات، مخصوص افعال کو مخصوص ہیئت کے ساتھ جو شارع سے منقول ہے، ادا کرنے کا نام ہے۔ اُن افعال وارکان کو اُسی ہیئت کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے جو شارع علیہ السلام سے منقول ہے اُس کے خلاف ادا کرنے سے وہ عبادات ہی نہیں رہیں گی۔ اللہ کے رسول ﷺ کا واضح ارشاد ہے: اُسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ لیکن فعلِ مباح کا معاملہ ایسا نہیں ہے، اُس کو بندہ جیسے چاہے کر سکتا ہے، شرط یہ ہے کہ اُس سے شارع علیہ السلام نے منع نہ کیا ہو۔ قرآنی آیات اور ذکرو دعا سے برکت اور شفا حاصل کرنا مباح ہے۔ آیات کو پڑھنا یا پڑھ کر دم کرنا سنت سے ثابت ہے، لہذا پڑھ کر دم کرنے کا طریقہ سنت ہے۔ حصولِ برکت اور شفا کے لئے لکھنا یا لکھ کر مریض کو پلانا سنت سے ثابت نہیں تو یہ عمل سنت نہیں، لیکن اِس سے منع ثابت نہیں لہذا مباح ہے، بلکہ بعض صحابہ کا عمل ہونے کی وجہ سے مشروع مستحب ہے۔ اُسے حرام یا

شرک کہنے کے لئے دلیلِ منع ضروری ہے اور وہ منکرین کبھی دکھا نہیں سکتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ نجومِ ہدایت ہیں، اُن میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قرآنی تعویذ لٹکایا ہے لہذا یہ صحابی کا طریقہ ہے، اِس عمل کو گمراہی یا شرک کوئی گستاخِ صحابہ وہابی اہل حدیث ہی کہہ سکتا ہے۔ رہی بات صحابہ کے تفردات پر عمل کی، تو کسی صحابی کا متفرد عمل اُس وقت نا مقبول ہوگا جب کہ اُس پر جمہور صحابہ یا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انکار موجود ہو، اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے عمل پر کسی صحابی کا انکار موجود نہیں، لہذا اُن کا تعویذ لٹکانے کا عمل نا مقبول تفردات سے نہیں۔

وہابی مولوی سے یہ بھی سوال ہے کہ اگر قرآنی تعویذ کو گلے میں لٹکانا شرک یا بدعت وگمراہی ہے تو وہ اسلافِ امت علماء، محدثین، فقہاء جو قرآنی تعویذات لٹکانے کو جائز کہتے ہیں اُن پر آپ کا کیا فتوی ہوگا؟ کیا وہ بھی آپ کے نزدیک مشرک یا بدعتی تھے؟ کیا امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بیہقی، امام ترمذی، امام طحاوی، امام نووی، امام ابن الصلاح بلکہ وہابیوں کے مقتدا شیخ ابن تیمیہ، ابن القیم وغیرہم سب کے سب مشرک وبدعتی تھے؟ بلکہ خود صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی وہابیوں نزدیک بدعتی ومشرک ٹھہرے، کیوں کہ وہ بھی اپنے بچوں کے گلوں میں تعویذ لٹکاتے تھے؟

لعنت ہے ایسے مذہب پر جس کے مطابق ائمہ دین، فقہاء ومحدثین بلکہ صحابیِ رسول بھی معاذ اللہ شرک وبدعت کے کٹگھرے میں نظر آئیں۔

ہمیں اِس بات سے انکار نہیں کہ دعا، تعویذ اور جھاڑ پھونک کے نام سے بہت سے خرافات، غیر اسلامی افعال، دھوکہ دھڑی، جھوٹ اور بلیک میلنگ وغیرہ برے کام بھی ہوتے ہیں، بلکہ بعض دین وایمان فروش بابا اِس میں سفلی اور شرکیہ عمل بھی کرتے ہیں، لیکن بلاتفریق بیک جنبش قلم ہر قسم کے تعویذ پر بدعت وحرام یا شرک کا خط کھینچ دینا حکم شرع کے بیان میں بے انصافی اور کتمانِ حق کی مذموم کوشش، بلکہ دین میں بہت بڑی جرأت ہے۔
انصاف یہ ہے کہ صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہا جائے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (المائدة:۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے لئے جمے رہو۔ انصاف کے ساتھ گواہی دو۔ کسی قوم کی دشمنی تم کو انصاف نہ کرنے پر آمادہ نہ کرے۔ عدل کرو، یہ تقوی کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اعتراض (۱۶): امام ابو حنیفہ کے شیخ ابراہیم نخعی نے یہ کہا ہے کہ ''تمائم'' چاہے قرآن سے ہوں یا غیر قرآن سے، وہ مکروہ ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ ۵۔۳۶)

جواب: یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف اور متناً بھی ضعیف مضطرب ہے۔ اِس کی مُتابع یا شاہد (تائید کرنے والی) کوئی دوسری روایت موجود نہیں، لہذا مقبول نہیں۔

یہ روایت مغیرہ بن مقسم الضبی کی ابراہیم نخعی سے لفظ ''عَن'' کے ساتھ مروی ہے اور محدثین نے مغیرہ کو ابراہیم نخعی کی روایت کے معاملے میں مُدلّس مانا ہے۔

عجلی نے کہا: مُغِيرَةُ ثِقَةٌ فَقِيهٌ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ يُرْسِلُ الْحَدِيثَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ۔ مغیرہ ثقہ فقیہ تھے، لیکن ابراہیم نخعی سے مرسلاً حدیث روایت کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: عَامَّةُ حَدِيثِهِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ مَدْخُولٌ اِنَّمَا سَمِعَهُ مِنْ حَمَّادٍ وَيَزِيدَ بْنِ الْوَلِيدِ وَالْحَارِثِ الْعُكْلِي۔ مغیرہ کی ابراہیم سے مروی حدیث عام طور سے بالواسطہ سنی ہوئی ہے۔ اُن کی حدیث عموماً حماد، یزید ابن الولید اور حارث عکلی سے سنی ہوئی ہے۔ یعنی امام احمد نے مغیرہ کی عَنْ اِبْرَاهِيمَ والی روایت کو مُدلّس (ضعیف) مانا ہے۔ (تعریف اھل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس:۱۔۴۶)

ابن العراقی نے یہ لکھا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عمّار کہتے تھے کہ مغیرہ نے ابراہیم سے ۳۷۰ احادیث سنی ہیں اور باقی میں انھوں نے تدلیس کی ہے۔ (تحفۃ التحصیل فی ذکر رواۃ المراسیل ۱۔۳۱۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے: مغیرہ ثقہ، مشہور تھے لیکن نسائی نے انھیں مدلّس کہا ہے اور عجلی نے ابوفضیل سے یہی نقل کیا ہے۔ لیکن ابوداؤد نے یہ کہا ہے کہ وہ تدلیس نہیں کرتے تھے۔ عجلی نے جو نقل کیا ہے شاید اُس کا مطلب یہ ہو کہ مغیرہ ابراہیم سے مرسلاً روایت کرتے تھے، لیکن جب اُن سے استفسار کیا جاتا تھا تو وہ بیان کردیتے تھے کہ کس سے روایت لی ہے۔ (تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس ۱۔۴۶)

جب یہ معلوم ہو گیا کہ مغیرہ ابراہیم نخعی سے روایت کرنے میں مدلّس ہیں اور مدلس کی عَنۡ والی روایت ضعیف ہوتی ہے اور یہاں پر مغیرہ کی روایت ابراہیم نخعی سے عَنۡ کے ساتھ مروی ہے، لہٰذا یہ ضعیف ہے۔

یہ روایت متناً ضعیف مضطرب یوں ہے کہ ابراہیم نخعی سے یہی روایت منصور نے ذکر کی ہے تو اُس میں یہ نہیں ہے کہ تمائم مکروہ ہیں، خواہ قرآن سے ہوں یا غیر قرآن سے۔ بلکہ اُس میں یہ الفاظ مذکور ہیں: عَنۡ إِبۡرَاهِيمَ، قَالَ : كَانُوا يَكۡرَهُونَ التَّمَائِمَ وَالرُّقَى وَالنُّشَرَ (مصنف ابن ابی شیبہ ۵۔۳۶)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ لوگ (صحابہ وتابعین) جاہلیت کے تعویذ گنڈے، جھاڑ پھونک اور منتر کو مکروہ سمجھتے تھے۔

یہاں یہ نہیں ہے کہ قرآن اور غیر قرآن کے تعویذات تمائم ہیں اور وہ بلاتفریق مکروہ ہیں۔

اِس سے قبل ہم نے معتبر و مضبوط دلائل سے ثابت کیا کہ تعویذ لٹکانے کی جو مذمت حدیث میں وارد ہوئی ہے اُس سے مراد جاہلیت کے شرکیہ تعویذ گنڈے ہیں۔ قرآنی تعویذات مراد نہیں۔

ابراہیم نخعی کی روایت سے وہابی مولوی اگر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآنی تعویذات بھی تمائم ہیں اور اُن کو ابراہیم نخعی نے مکروہ قرار دیا ہے تو وہ جھاڑ پھونک کے بارے میں کیا کہیں گے؟ کیوں کہ اُسی روایت میں ''رُقی'' (جھاڑ پھونک) کا بھی ذکر ہے۔ یعنی امام ابراہیم نخعی نے جھاڑ پھونک کو بھی مکروہ فرمایا ہے۔ تو کیا وہابی مولوی یہ کہیں گے کہ جھاڑ

پھونک بھی مطلقاً منع ہے، چاہے قرآن سے ہو یا غیر قرآن سے؟

اگر یہ کہا جائے کہ قرآن سے دم کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے لہذا قرآن سے دم کرنا جائز ہوگا اور جاہلیت کے منتر سے جائز نہ ہوگا۔ یعنی حدیث میں مذکور لفظ رُقی کے عموم سے قرآنی جھاڑ پھونک خارج ہے اور اُس پر فعلِ رسول دلیل ہے، تو ہم یہ کہیں گے کہ لفظِ تمائم جاہلی وغیر قرآنی گنڈوں کے لئے خاص ہے۔ قرآنی تعویذات تمائم نہیں۔ اِس پر ام المومنین حضرت عائشہ، اسلافِ امت محدثین، فقہاء، مثلاً امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام طحاوی، امام بیہقی، امام بغوی، امام ابن عبد البر، امام ابن حجر عسقلانی وغیرہم کے اقوال دلیل ہیں۔ بلکہ خود حضرت ابراہیم نخعی کا قول بھی موجود ہے کہ قرآنی تعویذ تمائم میں داخل نہیں۔ چناں چہ امام ابن عبد البر نے امام نخعی کی یہ روایت نقل کی ہے:

شُعْبَةُ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِنَّمَا يُكْرَهُ تَعْلِيقُ الْمُعَاذَةِ مِنْ أَجْلِ الْحَائِضِ وَالْجُنُبِ.

ترجمہ: شعبہ نے حماد سے، انھوں نے ابراہیم نخعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حائضہ اور جنبی کو حیض اور جنابت کی وجہ سے تعویذ لٹکانا مکروہ ہے۔ اِس سے واضح اشارہ ملا کہ پاکی کی حالت میں قرآنی تعویذ لٹکانا ابراہیم نخعی کے نزدیک مکروہ نہیں۔ (واضح رہے کہ تعویذ کو اگر کپڑے یا کسی پاک چیز میں رکھ کر موم جامہ کر کے حائضہ یا جنبی پہنے تو کوئی حرج نہیں۔ دلیل اِس سے پہلے بیان ہو چکی ہے)

ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم نخعی سے منقول یہ قول ضعیف نا مقبول ہے کہ قرآنی تعویذ بھی تمائم میں داخل ہے اور وہ نا جائز ہے۔

قرآنی تعویذات پر اہلِ حدیث آپس میں لڑ پڑے

جماعتِ اہلِ حدیث کا ایک گروہ قرآنی تعویذات کو تمائم کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے اُس کو جائز کہتا ہے جب کہ دوسرا گروہ شدت کے ساتھ رد کرتا ہے اور اُس کو حرام بلکہ شرک و بدعت کہتا ہے۔ گویا اہلِ حدیث کا وہ گروہ جو اُس کو جائز کہتا ہے شرک و بدعت کہنے

والے گروہِ اہل حدیث کے نزدیک مشرک ہے۔

دیکھئے! ایک اہل حدیث مولوی اپنی جماعت کے اُن افراد سے جو قرآنی تعویذات کو جائز کہتے ہیں، یوں سوال کرتا ہے:

تعویذ کی سرپرستی فرمانے والے اُن اہل حدیث بزرگوں سے پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالی کا ذکر کرنا زبان کا عمل ہے یا بازو پر باندھنے کا؟ (تعویذ اور دم۔ص ١٦: خواجہ محمد قاسم)

واہ مولوی صاحب کا انداز! بات اپنی جماعت کے افراد کی ہے تو کتنے ادب سے سوال ہو رہا ہے۔ تعویذ کو جائز کہنے والے علماء اہل سنت بدعتی و مشرک ہیں لیکن یہی نظریہ علماء اہلِ حدیث رکھیں تو وہ ''اہل حدیث بزرگ'' ہیں؟ قرآنی تعویذ کو جائز کہنے والے علماء اہل سنت اگر کچھ اہل حدیث مولویوں کے نزدیک مشرک ہیں تو اُن کے نزدیک اُس کو جائز کہنے والے علماءِ اہل حدیث مشرک کیوں نہیں؟ حالاں کہ...

اہل حدیث مولوی لکھتا ہے:

تعویذ فی نفسہِ شرک ہے، خواہ اُس میں شرکیہ افعال پائے جائیں یا نہ پائیں جائیں (تعویذ اور دم: ص ۵)

تمام علماء کا کہنا تو یہ ہے کہ تعویذ میں شرکیہ الفاظ ہوں یا اُس کو بذاتہ موثر سمجھا جائے تو یہ شرک ہے۔ یعنی اُس میں شرکیہ عقیدہ یا عمل شامل ہو تو شرک ہے، لیکن وہابی مولوی نے اپنی شریعت الگ گڑھ لی اور یہ لکھ مارا کہ تعویذ فی نفسہ شرک ہے، اُس میں شرکیہ الفاظ ہوں یا نہ ہوں، اُس میں شرکیہ عقیدہ ہو یا نہ ہو۔ وہابی مولوی کے نزدیک وہ تعویذ بھی شرک ہے جس میں قرآن لکھا ہوا ہو یا دعا لکھی ہوئی ہو۔ وہابی مولوی کی یہ ایسی نادر بات ہے جو چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں کسی محدث، کسی فقیہ، کسی عالم دین کے یہاں نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی صاحب نے اپنی اِس ''نادرِ روزگار بات'' کا کوئی حوالہ بھی پیش نہیں کیا۔ عام لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے صرف اتنا لکھا کہ ''احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے'' (کہ تعویذ فی نفسہ شرک ہے)۔

مولوی صاحب! صرف آپ ہی کو احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے یا ماضی میں کسی محدث، مفسر، فقیہ کو بھی یہ معلوم ہوا ہے؟ احادیث سے جو آپ نے سمجھا ہے اُس کے صحیح ہونے پر آپ کے پاس کوئی دلیل کتاب وسنت، آثار صحابہ یا اقوالِ سلف سے ہے بھی یا نہیں؟ اگر ہے تو پیش کیوں نہیں کی؟

چلئے تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں کہ آپ نے جو سمجھا ہے وہ صحیح ہے۔ آپ کی سمجھ کے مطابق تعویذ فی نفسہ شرک ہے، تو بتائیے! وہ برادرانِ اہل حدیث جو قرآنی تعویذ کو جائز کہتے ہیں، آپ کے نزدیک مشرک ہیں یا نہیں؟ مشرک نہیں تو کیوں؟ کیا شرک فی ذاتہ کا مرتکب آپ کے نزدیک مشرک نہیں؟ اور اگر وہ مشرک ہیں اور انھیں آپ نے ''اہل حدیث بزرگ'' لکھا ہے تو لازمی طور پر آپ کو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ جماعتِ اہل حدیث میں ایسے علماء ہیں جو تعویذ (جو آپ کے نزدیک ''فی نفسہ شرک ہے'') کو جائز ماننے کی وجہ سے مشرک ہوگئے ہیں۔ پھر بھی آپ نے انھیں اہلِ حدیث لکھا، بزرگ لکھا، تو شرک فی ذاتہ کے مرتکب کو آپ نے سچا مسلمان مانا، کیوں کہ آپ کے نزدیک اہلِ حدیث ہی سچا پکا مسلمان ہے۔ لہذا اب بتائیے کہ ایک مشرک کو سچا پکا مسلمان ماننے کے سبب آپ کیا ہوئے؟ ایسے ہی موقع پر کہا جاتا ہے:

چاہ کن را چاہ درپیش۔

مولوی صاحب چلے تھے مسلمانوں کو مشرک بنانے، لیکن شرک کا داغ خود اپنی پیشانی پہ لے کر لوٹے۔

مولوی صاحب! اپنے شیخ ابن القیم کے بارے کیا کہیں گے، انھوں نے بھی تو قرآنی تعویذ کو جائز کہنے والوں کو اسلاف میں شمار کیا ہے؟

ابن القیم نے یہ لکھا ہے: **وَرَخَّصَ جَمَاعَةٌ مِنَ السَّلَفِ فِی كِتَابَةِ بَعْضِ الْقُرْآنِ وَشُرْبِهِ، وَجَعَلَ ذٰلِکَ مِنَ الشِّفَاءِ الَّذِی جَعَلَ اللّٰهُ فِيهِ**

ترجمہ: ایک جماعتِ سلف کے نزدیک قرآن کی بعض آیات کو لکھ کر پینے کی رخصت ہے اور اُس میں اللہ کی طرف سے شفا ملتی ہے۔ (الطب النبوی ۱۔۲۷۱)

ابن القیم نے اپنے استاذ ابن تیمیہ کے بارے میں یہ لکھا ہے: **كِتَابٌ لِلرُّعَافِ**:

كَانَ شَيُخُ الُإِسُلَامِ ابُنُ تَيُمِيَّةَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَكُتُبُ عَلَى جَبُهَتِهِ :وَقِيلَ يا أَرُضُ ابُلَعِي مَاءَ كِ وَيا سَماءُ أَقُلِعِي وَغِيضَ الُماءُ وَقُضِيَ الُأَمُرُ وَسَمِعُتُهُ يَقُولُ: كَتَبُتُهَا لِغَيُرِ وَاحِدٍ فَبَرأَ۔

ترجمہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نکسیر پھوٹنے والے کی پیشانی پر یہ قرآنی آیت لکھتے تھے: وَقِيلَ يا أَرُضُ ابُلَعِي ماءَ كِ، وَيا سَماءُ أَقُلِعِي وَغِيضَ الُماءُ وَقُضِيَ الُأَمُرُ۔ میں نے شیخ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے کئی لوگوں کی پیشانی پہ یہ آیت لکھی تو اُن کا مرض دور ہو گیا۔ (ایضا)

ابن القیم نے یہ بھی لکھا ہے: كِتَابٌ آخَرُ لِلُحُمَّى الُمِثُلَاثَةِ :يُكُتَبُ عَلَى ثَلَاثِ وَرَقَاتٍ لِطَافٍ :بِسُمِ اللَّهِ فَرَّتُ، بِسُمِ اللَّهِ مَرَّتُ، بِسُمِ اللَّهِ قَلَّتُ، وَيَأُخُذُ كُلَّ يَوُمٍ وَرَقَةً، وَيَجُعَلُهَا فِي فَمِهِ، وَيَبُتَلِعُهَا بِمَاءٍ۔

ترجمہ: ہر تیسرے دن آنے والے بخار کا تعویذ: تین باریک کاغذ کے ٹکڑوں میں یہ کلمات لکھے: بسم الله فَرَّت. بسم الله مَرَّت. بسم الله قَلَّت ۔ پھر ہر دن ایک کو منہ میں لے کر پانی کے ساتھ نگل جائے۔ (ایضا)

ابن تیمیہ اور ابن القیم جنھیں اہل حدیث اپنا مقتدا مانتے ہیں، کیا وہ بھی اہل حدیث مولوی کے نزدیک شرک کی تائید کرنے والے اور ''شرک فی نفسہ'' کے مرتکب تھے؟

اہل حدیث مولوی ابن القیم کی زاد المعاد پڑھ لے، اُس میں لکھا ہے: يُونس بن حِبَّانَ، قَالَ :سَأَلُتُ أَبَا جَعُفَرَ مُحَمَّدَ بُنَ عَلِيٍّ أَنُ أُعَلِّقَ التَّعُوِيذَ، فَقَالَ :إِنُ كَانَ مِنُ كِتَابِ اللَّهِ أَوُ كَلَامٍ عَنُ نَبِيِّ اللَّهِ فَعَلِّقُهُ وَاسُتَشُفِ بِهِ مَا اسُتَطَعُتَ .قُلُتُ: أَكُتُبُ هَذِهِ مِنُ حُمَّى الرِّبُعِ :بِاسُمِ اللَّهِ، وَبِاللَّهِ، وَمُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى آخِرِهِ؟ قَالَ: اى، نَعَمُ۔

ترجمہ: یونس بن حبان نے کہا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی (امام باقر علی جدہ وعلیہ السلام) سے پوچھا: کیا میں تعویذ لٹکاؤں؟ تو آپ نے فرمایا: اگر اُس میں قرآن یا مسنون دعا لکھی ہوئی ہو تو لٹکاؤ اور اُس سے حسبِ استطاعت شفا حاصل کرو۔ میں نے کہا: کیا میں

چوتھیا بخار کا یہ تعویذ لکھوں؟ **بسم اللہ و باللہ و محمد رسول اللہ** ۔انھوں نے فرمایا: ہاں ۔(زاد المعاد ۴۔۳۲۷)

وہابی مولوی کے نزدیک امام باقر بھی معاذ اللہ مشرک ہوئے کہ آپ نے قرآنی تعویذ لٹکانے کی اجازت دی اور ابن القیم بھی مشرک ، کہ انھوں نے امام باقر کے قول کو تعویذ لٹکانے کے جواز کی دلیل میں پیش کیا؟

لعنت ہے وہابی مذہب پر کہ اُس کے مطابق اسلافِ امت حتی کہ صحابہ کا بھی مشرک ہونا لازم آتا ہے، بلکہ خود وہابیوں کے مذہبی پیشواؤں کا مشرک ہونا لازم آتا ہے۔

دیکھئے! یہ ہیں وہابیوں کے امام شیخ ناصر الدین البانی۔انھوں نے اگرچہ قرآنی تعویذ لٹکانے کو جائز نہیں کہا ہے لیکن یہ تسلیم کیا ہے کہ سلف کی ایک جماعت نے اُس کو جائز کہا ہے۔انھوں نے لکھا ہے: **وَالسَّلَفُ مِنَ التَّابِعِينَ وَغَيرِهم مُختَلِفُونَ فِي ذٰلِكَ، فَأَجَازَهُ بَعضُهُم وَكَرِهَهُ آخَرُونَ** ۔(موسوعۃ الالبانی فی العقیدۃ ۳۔۱۰۳۱)

ترجمہ :اسلافِ تابعین وغیرہم اِس مسئلے میں اختلاف رکھتے ہیں،بعض نے اُس کو جائز کہا ہے اور بعض نے مکروہ۔

اب وہابی مولوی، اپنے شیخ البانی کے بارے میں کیا کہیں گے، وہ تو تعویذ لٹکانے کو جائز کہنے والے تابعین کو اسلافِ امت کہہ رہے ہیں؟ کیا وہابیوں کے یہاں ’’شرک فی نفسہٖ‘‘ کے مرتکبین بھی اسلافِ امت ہوتے ہیں؟ پھر شرک فی نفسہٖ کے مرتکبین کو اسلافِ امت کہہ کر شیخ البانی خود کیا ہوئے۔بدعتی یا مشرک؟

اور دیکھئے! یہ مشہور اہل حدیث عالم شیخ عبدالعزیز بن باز ہیں۔انھوں نے بھی قرآنی تعویذ لٹکانے کو ناجائز کہنے کے باوجود جائز کہنے والے علماء کو اسلافِ امت کی جماعت میں شمار کیا ہے۔انھوں نے یہ لکھا ہے: **أَمَّا إِذَا كَانَتْ مِنَ الْقُرآنِ أَوْ مِنْ دَعْوَاتٍ مَّعْرُوفَةٍ طَيِّبَةٍ فَهٰذِهِ اخْتَلَفَ فِيهَا الْعُلَمَاءُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ :يَجُوزُ تَعلِيقُهَا، وَيُرْوَى هٰذَا عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ السَّلَفِ جَعلُوهَا كَالْقِرَاءَةِ عَلَى الْمَرِيضِ** ۔

(مجموع فتاوی بن باز ۱۔۵۱)

ترجمہ: جن تعویذات میں قرآن یا معروف پاکیزہ دعائیں ہوں اُن کے لٹکانے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے اُن کے لٹکانے کو جائز کہا ہے۔ یہ بات سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ دعا لکھ کر لٹکانا مریض پر پڑھ کر دم کرنے کے حکم میں ہے۔

اگر قرآنی تعویذ لٹکانا ''شرک فی نفسہ'' ہے اور اُس کو جائز کہنے والے مشرک ہیں تو وہابیوں کے امام شیخ بن باز ایسے لوگوں کو اسلاف میں شمار کر کے خود شرک کی تائید کرنے والے ہوئے یا نہیں؟

اہل حدیث مولوی سے کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے ہی بزرگوں کو مسترد کرتے ہوئے یہ کہہ دیں کہ ہاں ابن تیمیہ اور ابن القیم نے تعویذ لٹکانے کو جائز کہہ کر شرک کی تائید کی ہے۔ دیکھئے وہابی مولوی اپنے شیخ ابن تیمیہ اور ابن القیم کے تعلق سے کیا لکھتے ہیں:

''حافظ ابن القیم نے ابن تیمیہ اور امام احمد بن حنبل سے بھی تعویذ کا جواز بیان کیا ہے مگر کتاب وسنت سے دلیل کوئی نہیں دی، ظاہر ہے کسی کی آراء اور اقوال سے ہمارا گھر پورا نہیں ہوتا۔ کم از کم مسلکِ اہل حدیث رکھنے والوں کی زبان سے یہ راگ بے سُرا معلوم ہوتا ہے''۔ (تعویذ اور دم ص ۱۹)

اہل حدیث مولوی نے نہ صرف اپنے بزرگوں کو شرکیہ فعل کی تائید کرنے والا گردانا بلکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور تعویذ کو جائز کہنے والے تابعین کرام پر بھی شرکیہ فعل کو جائز کہنے کا الزام رکھتے ہوئے یہ لکھا ہے:

حضرت عائشہ اور کچھ تابعین سے بھی تعویذ کے حق میں اقوال مروی ہیں مگر یہ شئی لائق اعتنا نہیں۔ احادیث کی موجودگی میں ہمیں کسی کے اقوال کی ضرورت نہیں۔ غیروں کا سہارا لینا صرف مقلدوں کو زیب دیتا ہے۔ (ایضا)

قارئین کرام! دیکھئے کس جرأت اور بے باکی کے ساتھ ایک وہابی مولوی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور تابعین کرام رضی اللہ عنھم کو ''غیر'' ٹھہرا کر دبے انداز میں انھیں مشرک بنا دیا۔ پھر اُس پر ملمع سازی کرتے ہوئے یہ لکھا کہ: ''ہم اہل حدیث تو نبی علیہ

السلام کی حدیث کے مقابلے میں پوری کائنات کو خاطر میں لانے کے روادار نہیں''۔

اُس گستاخِ صحابہ وتابعین وہابی مولوی سے کوئی پوچھے کہ کوئی ایک ایسی حدیث لاؤ جس میں صراحتاً یا اشارتاً یہ ذکر ہو کہ قرآنی تعویذ شرک ہے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش نہیں کر سکتے اور یقین ہے صبحِ قیامت تک کوئی اہل حدیث مولوی ایسی ایک حدیث پیش نہیں کر سکتا تو پھر تمہارا یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ تعویذ کے جواز کے تعلق سے حضرت عائشہ اور بعض تابعین کے اقوال احادیث کے مقابلے میں ناقابل قبول ہیں؟ جب قرآنی تعویذ لٹکانے کی ممانعت پر سرے سے کوئی حدیث ہی موجود نہیں تو اُس کے جواز کا قول حدیث کا مقابل ومعارض کہاں ہوا؟ پھر یہاں پر یہ کہنا کیوں کر درست ہوگا کہ ''ہم اہل حدیث تو نبی علیہ السلام کی حدیث کے مقابلے میں پوری ''کائنات کو خاطر میں لانے کے روادار نہیں''؟

وہابیہ ''مقابل'' کا معنی نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سی چیزوں کو شرک کہہ کر دنیا کے مسلمانوں کو مشرک بناتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''نصیر'' (مددگار) اللہ کی صفت ہے اور مددگار ہونا بندوں کی بھی صفت ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کا نظریہ ہے کہ ملائکہ، انبیاء واولیاء بھی عام بندوں کے مددگار ہیں لیکن یہ حضرات، اللہ کے ''مقابل'' نہیں، بلکہ اللہ کے مخلص وبرگزیدہ بندے ہیں۔ وہ اللہ کے اذن وعطا سے مدد کرنے والے ہیں۔ لیکن ایسا نظریہ رکھنے والے پوری دنیا کے مسلمانوں کو وہابی اہل حدیث مولوی مشرک کہتے ہیں اور دلیل میں قرآن کی یہ آیت پیش کرتے ہیں: **وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ** (البقرۃ:۱۰۷)۔

وہابیہ اِس آیت کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی تمہارا وَلی (والی) اور مددگار نہیں۔ حالاں کہ اِس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے مقابلے میں کوئی ولی اور مددگار نہیں۔ اگر وہابیہ کے مطابق بندے کو ولی اور مددگار ماننا شرک ہے تو لازم آئے گا کہ پوری دنیا کے مسلمان مشرک ہو جائیں، کیوں کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں جو کسی بندے کو اپنا مددگار نہ مانتا ہو، بلکہ لازم آئے گا کہ قرآن میں شرک کی تعلیم ہو۔ قرآن حکیم میں ہے: **فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ**۔ اگر قرض دار خود نہ لکھ سکے کہ وہ بے علم یا ضعیف ہو تو اُس کا ولی (والی) لکھے۔ (البقرۃ:۲۸۲)

مکہ مکرمہ میں جو ضعیف و عاجز مسلمان مرد و عورت کفار کے ہاتھوں ظلم و ستم برداشت کر رہے تھے، وہ اپنے رب سے یوں دعا کرتے تھے: رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِيرًا (النساء :۷۵)۔ اے رب ہمارے! ہمیں اِس شہر سے نکال دے، جس کے لوگ ظالم ہیں، اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی ولی اور کوئی مددگار بنا دے۔

قرآن کی اِن آیتوں میں بندے کو ولی اور مددگار کہا گیا ہے، اگر وہابی عقیدے کے مطابق بندے کو مددگار ماننا شرک ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا اِن آیات میں شرک کی تعلیم دی گئی ہے؟ کوئی مسلمان اِس کا گمان بھی نہیں کرسکتا۔ لہذا یہ ماننا ہوگا کہ آیت قرآنی کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے مقابل کوئی مددگار نہیں اور مددگار ہونے میں اُس کا کوئی شریک و مماثل نہیں، کیوں کہ اللہ خود مددگار ہے اور بندہ اللہ کی عطا سے مددگار ہے۔ اللہ نہ چاہے تو بندہ کسی کی بلکہ اپنی بھی مدد نہیں کرسکتا۔ بندہ جو مدد کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ کی مدد ہوتی ہے۔ بندہ سبب اور وسیلہ ہے، لہذا اُس کو مجازاً مددگار کہا جاتا ہے۔ اگر وہابی مذہب کے مطابق بندے کو مددگار ماننا مطلقاً شرک ہو تو وہابیوں کے نزدیک دنیا میں کوئی مسلمان باقی نہ بچے گا۔ والعیاذ باللہ تعالی۔

وہابی مولوی قرآنی تعویذ لٹکانے کو جائز کہنے والے صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کو پوری ڈھٹائی کے ساتھ توہینِ قرآن کے مرتکب قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

افسوس تعویذ بنانے والوں (حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت عائشہ اور تابعین و ائمہ مجتہدین) کے نزدیک قرآنی آیات کی اتنی ہی قدر ہے جتنی کہ کسی حکیم کی پڑیا کی ہوتی ہے۔ اُن لوگوں نے قرآن کریم کو تمیمہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ آہ اِس سے بڑھ کر قرآن کی کیا توہین ہوسکتی ہے۔ (تعویذ اور دم ص ۱۶)

اب آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ وہابی اہل حدیث مولوی کتنے گستاخ اور جری ہوتے ہیں۔ وہ صحابہ و تابعین تک کو مشرک کہنے میں کچھ تردد نہیں کرتے۔

ایک جگہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو باطل ٹھہراتے ہوئے ایک وہابی مولوی لکھتا ہے:

ہم اہل حدیث تو نبی علیہ السلام کی حدیث کے مقابلے میں پوری کائنات کو خاطر میں لانے کے روادار نہیں۔

پھر آگے اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''مثلاً طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو لیجئے۔ائمہ اربعہ اور امام بخاری تک اِس کے قائل ہیں مگر ہم قائل نہیں، اِس لئے کہ حضور کی حدیث بیک وقت طلاق ثلاثہ کے وقوع کی نفی کرتی ہے''

احادیث وآثار واجماعِ صحابہ وتابعین واجماعِ ائمہ مذاہب اربعہ سے ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک نہیں بلکہ تین شمار ہوں گی۔لیکن سب کو رد کرتے ہوئے، اجماعِ مسلمین سے انحراف کر کے فرقۂ اہل حدیث نے ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک مانا، کیوں کہ وہابیوں کو اپنی فہمِ حدیث پر اتنا اعتماد ہے کہ وہ صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کے اجتہاد کو بلکہ اپنی رائے کے مقابلے میں احادیث نبویہ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے، پھر بھی ہیں وہ ''اہل حدیث''۔

(ایک مجلس کی تین طلاق کے مسئلہ کی پوری تحقیق کے لئے راقم کی کتاب ''تین طلاق اور حلالہ'' کا مطالعہ کریں)

ایک اجماعی مسئلہ کے انکار کے ساتھ ساتھ اہل حدیث وہابی مولوی کی بے حیائی کی انتہا یہ ہے کہ اُس نے تمام مسلمانوں کو باطل ٹھہراتے ہوئے یہ کہا کہ اہل حدیث ہی سیدھے راستے پر ہیں۔

قرآن میں تو صحابہ کے راستے پر چلنے کی ہدایت دی گئی ہے اور اُس کے خلاف چلنے والوں کو جہنمی کہا گیا ہے۔**وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا** (النساء:۱۱۵)

ترجمہ:اور ہدایت ظاہر ہونے کے بعد جو رسول کی مخالفت کرے اور مومنین (صحابہ) کے راستے کے خلاف چلے تو ہم اُس کو اسی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور اُسے جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے،لیکن وہابیوں کا کہنا ہے کہ نہیں، صحابہ کے راستے پر چلنا ضروری نہیں۔صحابہ وتابعین کچھ بھی کریں، کچھ بھی کہیں، ائمہ

مجتہدین ومحدثین احادیث کی جو بھی تشریح کریں، حق وہی ہے جو اہل حدیث مولویوں نے احادیث سے سمجھا ہے۔

وہابی مولوی گویا یہ کہہ رہا ہے:

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرو نے قرآنی تعویذ لکھا اور لٹکایا ہے تو کیا ہوا اہل حدیث مولویوں کے نزدیک یہ شرک ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اُسے جائز سمجھتی تھیں تو بلا سے، یہ شرک ہے تو شرک رہے گا۔ امام احمد بن حنبل نے تعویذ لکھا ہے تو لکھنے دو، اہل حدیث تو اُس کو شرک ہی کہیں گے۔ تابعین کی ایک جماعت نے اُس کو جائز مانا ہے تو ماننے دو، اہل حدیث انھیں بھی خاطر میں نہیں لاتے اور ان پر شرک کا فتوی دیتے ہیں۔

قارئین کرام! دیکھا آپ نے، ایک وہابی مولوی کس جرأت مندی کے ساتھ قرآنی تعویذ کو جائز کہنے والے صحابہ اور تابعین کو اپنے خود ساختہ شرک و بدعت کے دائرے میں کھینچ کر لا رہا ہے؟

اعتراض (۱۷): صاحبِ 'عَونُ المعبود' نے ابن العربی کے حوالے سے یہ لکھا ہے:

تَعلِیقُ الْقُرآنِ لَیسَ مِنْ طَرِیقِ الْسُّنَّةِ وَاِنَّمَا الْسُّنَّةُ فِیهِ الذِّکرُ دُونَ الْتَّعلِیقِ۔

(عون المعبود ۴۔ ۶)

قرآن کو لٹکانا سنت طریقہ نہیں۔ سنت ذکر ہے، لٹکانا نہیں۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ صاحبِ ''عون المعبود'' نے تعویذ لٹکانے کو جائز سمجھنے والے علما کے اقوال بھی نقل کیے ہیں اور اُس کو شرک نہیں لکھا ہے، لہذا اُس حوالے کو نقل کرنے سے وہابی مولوی کو کچھ فائدہ نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابن العربی نے یہ لکھا ہے کہ قرآن کو تعویذ بنا کر گلے میں لٹکانا سنت نہیں۔ انھوں نے قرآنی تعویذ کو حرام یا شرک نہیں لکھا۔ قرآنی تعویذ کو 'سنت نہیں ہے' کہنے سے اُس کا حرام یا شرک ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ جو حضرات قرآنی تعویذ لٹکانے کے قائل ہیں وہ اُس کو سنت نہیں کہتے، بلکہ جائز کہتے ہیں۔ جو حرام یا شرک کہتے ہیں اُن کے

ذمہ لازم ہے کہ قرآن وحدیث سے اُس کا حرام یا شرک ہونا ثابت کرے۔کیا کوئی اہل حدیث مولوی دلیل سے یہ ثابت کرسکتا ہے کہ ہر وہ چیز جو سنت نہیں وہ حرام یا شرک ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ صاحب ''عون المعبود'' نے یہ لکھا ہے کہ قرآنی تعویذ تمیمہ نہیں، جس کی مذمت حدیث میں آئی ہے۔اُن کی عبارت یہ ہے: **وَالْمُرَادُ مِنَ التَّمِيمَةِ مَا كَانَ مِنْ تَمَائِمِ الْجَاهِلِيَّةِ وَرُقَاهَا فَإِنَّ الْقِسْمَ الَّذِي يَخْتَصُّ بِأَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَكَلِمَاتِهِ غَيْرُ دَاخِلٍ فِي جُمْلَتِهِ** (عون المعبود ۱۰۔۲۵۰)

ترجمہ: تمیمہ سے مراد زمانۂ جاہلیت کا تمیمہ اور جھاڑ پھونک ہے۔کیوں کہ جن تعویذات میں اللہ کے نام اور اُس کے کلمات ہوں وہ تمیمہ میں داخل نہیں۔

جب ابن العربی کی عبارت سے قرآنی تعویذ کا حرام یا شرک ہونا ثابت نہیں ہوتا تو وہابی مولوی کا اُس کو اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کرنا بے فائدہ ہے۔

اعتراض (۱۸): دینی معاملات میں اصل حرمت ہے نہ کہ مباح و جائز ہونا، لہذا شریعت نے جس چیز کے کرنے کا حکم نہیں دیا ہے اُس کا کرنا منع ہے۔گلے میں قرآنی تعویذ لٹکانے کا حکم حدیث میں نہیں ہے اس لئے اُس کا لٹکانا منع ہے۔

جواب: جس چیز سے قرآن وحدیث میں منع نہیں کیا گیا ہے اصل کے لحاظ سے وہ جائز ومباح ہے۔یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔چناں چہ قرآن حکیم میں ہے:
هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرۃ:29)

''وہی (اللہ) ہے جس نے زمین کی ساری چیزوں کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمین کی ساری چیزیں انسانوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔وہ اُن کو اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں، مگر جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے اُن کا استعمال منع ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی متفق علیہ صحیح حدیث ہے: **إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا، مَنْ سَأَلَ عَنْ أَمْرٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ عَلَى النَّاسِ، مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ** (اللفظ لابی داؤد)۔

ترجمہ: مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس کے سوال کی وجہ سے کوئی چیز حرام کردی گئی، جو سوال سے پہلے حرام نہیں تھی۔

صحیح مسلم میں یہ حدیث بھی منقول ہے: **ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ** (صحیح مسلم ۲۔۹۷۵)

جب میں تمہیں کسی چیز سے منع نہ کروں تو اُس کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرو، کیوں کہ تم سے پہلے کی امتیں زیادہ (بے جا) سوالات کرنے اور انبیا کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں۔ جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو اُس کو حسبِ استطاعت کرو اور جس سے روکوں اُسے چھوڑ دو۔

سنن الترمذی، سنن ابن ماجہ، المعجم الکبیر للطبرانی میں یہ حدیث پاک موجود ہے: **سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّمْنِ وَالجُبْنِ وَالفِرَاءِ، فَقَالَ: الحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ، وَالحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ** (سنن الترمذی ۳۔۲۷۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے گھی، پنیر اور پوستین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: حلال وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کہا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کہا اور جس کے بارے میں سکوت فرمایا (کچھ بیان نہیں کیا) وہ معاف (مباح) ہے۔

اس حدیث کو مشہور اہلِ حدیث عالم شیخ البانی نے حسن لکھا ہے۔

مذکورہ احادیث کریمہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس چیز سے قرآن وحدیث میں منع نہیں کیا گیا ہے وہ مباح وجائز ہے، اُس کا کرنا گناہ نہیں۔ چناں چہ قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ اشیاء کی اصل مباح ہونا ہے، حرام ہونا نہیں۔

علامہ ابراہیم بن موسی شاطبی (وفات: ۷۹۰) نے یہ لکھا ہے: **أَنَّ أَصْلَ الْأَشْيَاءِ إِمَّا الْإِبَاحَةُ وَإِمَّا الْعَفْوُ، وَكِلَاهُمَا يَقْتَضِي الرُّجُوعَ إِلَى مُقْتَضَى الْإِذْنِ؛ فَكَانَ هُوَ**

الرَّاجِحُ۔اشیاء کی اصل اباحت یا عفو ہے اور دونوں کا مفہوم اذنِ شارع ہے،لہذا یہی راجح ہے۔(الموافقات ۱۔۲۹۳)

علامہ شمس الدین محمد بن عثمان المارديني الشافعي (وفات:۸۷۱ھ) نے اشیاء کی اباحتِ اصلیہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے یہ لکھا ہے: **لِأَنَّــهُ تَعَـالَـى خَـلَـقَ الْأَشْيَـاءَ لِأَجْلِنَـا، وَلِأَغْـرَاضِـنَـا، وَمَـا كَـانَ لَنَا فَهُوَ مُبَاحٌ**۔اشیاء کی اصل اباحت ہے،کیوں کہ اللہ نے اشیاء کو ہمارے اغراض ومقاصد کے لئے پیدا فرمایا ہے اور اشیاء جب ہمارے لئے ہیں تو وہ ہمارے لئے مباح ہیں (مگر یہ کہ کسی شی کی حرمت پر دلیل موجود ہو تو وہ حرام ہے)۔

(الانجم الزاہرات علی حل الفاظ الورقات ا۔۳۷)

شیخ محمد الحسن الشنقیطی نے یہ لکھا ہے: **فَالْأَصْلُ فِي حَرَكَاتِ الْمُكَلَّفِ وَسَكَنَاتِهِ وَتَصَرُّفَاتِهِ الإِبَاحَةُ، إِلَّا مَا دَلَّ الدَّلِيْلُ عَلَى تَحْرِيْمِهِ**۔

ترجمہ :مکلّف بندوں کے افعال میں اصل حرمت ہے،مگر یہ کہ کسی کی حرمت پر دلیل موجود ہو۔

پھر اِس کو جمہور کا مذہب قرار دیتے ہوئے یہ لکھا: **وَهٰذَا مَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ وَهُوَ : أَنَّ الْأَصْلَ فِي الْأَشْيَاءِ الإِبَاحَةُ إِلَّا مَا حَظَرَهُ الشَّرْعُ**۔

ترجمہ :یہ جمہور کا مذہب ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے،مگر وہ شئ ممنوع ہے جس کو شرع نے منع کر دیا ہے۔پھر انھوں نے اِس قول کے راجح ہونے پر کتاب وسنت سے دلائل بھی دیئے ہیں۔(شرح الورقات فی اصول الفقہ ۵۔۱۴)

اہل حدیث کے امام وپیشوا قاضی شوکانی نے بھی یہی لکھا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے،جب تک کہ منع یا لزوم پر دلیل نہ ہو۔اُنھوں نے نیل الاوطار میں یہ باب قائم کیا ہے: **بَابٌ فِي أَنَّ الْأَصْلَ فِي الْأَعْيَانِ وَالْأَشْيَاءِ الْإِبَاحَةُ إِلَى أَنْ يَرِدَ مَنْعٌ أَوْ إِلْزَامٌ**۔

ترجمہ:اگر منع یا وجوب پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے تو اصلاً اعیان واشیاء مباح ہیں۔

اعتراض (۱۹):بعض لوگوں کو تعویذ گنڈے سے روکا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو علماء سے تعویذ لیتے ہیں اور یہ بڑے بڑے علماء ہمیں تعویذ دیتے ہیں اور یہ تعویذ قرآنی

آیات پر مشتمل ہوتے ہیں اور قرآن میں شفا ہے اور ہمیں اُس سے فائدہ ہوتا ہے۔ جس مقصد کے تحت تعویذ لیتے ہیں وہ مقصد ہمیں حاصل ہوتا ہے۔ اولاً علماء کا عمل حجت و دلیل نہیں، بلکہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت دلیل ہے۔ علماء کے قول و فعل کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ ثانیاً اِس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن میں شفا ہے لیکن اُس طریقے سے جس طریقے سے رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی ہے۔ ثالثاً مشکل سے ایک فیصد تعویذ قرآنی آیات پر مشتمل ہوتے ہیں ورنہ ننانوے فیصد تعویذ طلاسم، نمبرات، الٹی سیدھی لکیروں، بے معنی تحریروں پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ سب جادو اور کہانت کی فہرست میں بلاشبہ داخل ہیں اور غیر اللہ سے استمداد و استغاثہ اُن تعویذوں میں ہوتا ہے۔۔ رابعاً یہ کہنا کہ جس مقصد کی خاطر ہم تعویذ لیتے ہیں وہ مقصد حاصل ہوتا ہے صحیح نہیں، کیوں کہ فقہ اسلامی کا اصول ہے **اَلْغَايَةُ لَا تُبَرِّرُ الْوَسِيْلَةَ** ۔ مقصد کے صحیح ہونے سے جس ذریعہ سے اُس مقصد تک پہنچا گیا ہے اُس کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ بہت سے غیر مسلم اپنے دیوی دیوتاؤں کو مصیبت میں پکارتے ہیں اُن سے لڑکا ولڑکی مانگتے ہیں اور اُن کا مطلوب حاصل ہوتا ہے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ دیوی دیوتاؤں کو پکارنا اور اُن سے لڑکا ولڑکی مانگنا صحیح ہے؟ ہر گز نہیں۔ اسی طرح غیر مسلم اپنے جیوتشیوں اور کاہنوں سے تعویذ و گنڈے لیتے ہیں اور ظاہر ہے یہ تعویذ گنڈے شرکیہ کلمات پر مشتمل ہوتے ہیں اور اُن تعویذوں سے اُن کا مقصد حاصل ہوتا ہے، اِس لئے اِس طرح کے تعویذوں کو صحیح اور جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

جواب : اہل سنت وجماعت ہر گز یہ نہیں کہتے کہ علماء کا قول و عمل مطلقاً حجت ہے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ علماءِ حق اہل السنہ جو متبع شریعت ہوں اُن کا قول و عمل عوام کے لئے حجت ہے، جب تک کہ اُس کا خلافِ شریعت ہونا ظاہر نہ ہو، کیوں کہ عام لوگ مجتہد نہیں۔ چاروں مذاہب کے ائمہ کی پیروی اِسی وجہ سے واجب ہے۔

قرآنِ حکیم میں علماءِ دین (مجتہدین) کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ** (النساء:۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے امر والوں کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "اولی الامر" کی اطاعت سے مراد علماءِ دین کی اطاعت ہے۔ جیسا کہ تفسیر درمنثور میں ہے:

وَأَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ أَبِى حَاتِمٍ وَالْحَاكِمُ عَن ابْنِ عَبَّاسٍ فِى قَوْله (وأولِى الْأَمرِ مِنكُمْ) يَعْنِى أَهْلَ الْفِقْهِ وَالدِّيْنِ وَأَهْلِ طَاعَةِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ مَعَانِىَ دِيْنِهِمْ وَيَأْمُرُوْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ فَأَوْجَبَ اللّٰهُ طَاعَتَهُمْ عَلَى الْعِبَادِ۔

ترجمہ: ابن جریر، ابنِ مُنذِر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ کے ارشاد "وَ اُولِی الْاَمرِ" سے مراد علماء وفقہاءِ دین ہیں اور اللہ کے وہ فرماں بردار بندے مراد ہیں جو لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں، اُنھیں بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ لہذا اللہ نے عام بندوں کو اُن کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔

جب اللہ نے عام بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ علماءِ دین کی پیروی کریں تو یقیناً عوام کے حق میں علماء کا قول وعمل (اگر شرع کے مخالف نہ ہو) حجت ہے۔ مجتہد فقیہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عطا، حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر، حضرت سعید بن مسیّب وغیرہم صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین وفقہاء اور محدثین قرآنی تعویذ لکھنے، اُس کو مریض کو پہنانے اور پلانے کے جواز پر متفق ہیں۔ اب اگر کوئی وہابی اہل حدیث مولوی اِس کو شرک یا حرام کہتا ہے تو اُس پر لازم ہے کہ قرآنی تعویذ کے شرک وحرام ہونے کو قرآن وحدیث سے ثابت کرے۔

جن احادیث میں تعویذ کو شرک کہا گیا ہے اُن میں وہ تعویذ مراد ہے جو شرکیہ کلمات پر مشتمل ہو یا شرکیہ عقیدے کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ اِس بات کو تمام شارحینِ احادیث

نے لکھا ہے، بلکہ خود اہلِ حدیث کے مقتدا و پیشوا شیخ ابن تیمیہ، ابن القیم وغیرہ نے بھی لکھا ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ تعویذ کے جواز پر علماء وفقہاء کا قول عوام کے لئے حجت نہیں اہلِ حدیث مولوی کی نامعتبر بات ہے، بلکہ اپنی ہی جماعت کے مستند علماء کو نامقبول قرار دینا بلکہ شرک و حرام کا حامی ٹھہرانا ہے۔

اہل حدیث مولوی کو اہلِ سنت کا رد کرنے میں یہ بھی خیال نہیں رہتا کہ اُن کے شرک کی زد میں خود انھیں کے علماء آرہے ہیں۔ اللہ تعالی اہل حدیث مولویوں کو عقل سلیم دے۔

اعتراض (۲۰): وہابی مولوی نے دوسری بات یہ لکھی ہے کہ قرآن میں شفا ہے لیکن اُس سے اُسی طریقے سے شفا حاصل کرنا جائز ہے جس طریقے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفا حاصل کرنے کی تعلیم دی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے قرآن کی آیات اور دعا پڑھ کر دم کیا ہے اور دم کرنے کی تعلیم دی ہے، قرآنی تعویذ کو باندھنے اور پلانے کا حکم نہیں دیا ہے، لہٰذا ایسا کرنا جائز نہیں۔ (تعویذ و گنڈے کی حقیقت: محمد شمیم سلفی)

جواب: قرآن سے شفا حاصل کرنے کے لئے قرآن پڑھ کر دم کرنا رسول کریم ﷺ کے قول وعمل سے ثابت ہے، لہٰذا یہ طریقہ مسنون ہے، اِس بات سے اہل سنت کو انکار نہیں۔ لیکن قرآن کی آیات یا دعا کے کلمات کو لکھ کر مریض کو پہنانے یا پلانے سے حضور ﷺ نے کسی حدیث میں منع نہیں فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ کرام اور تابعین عظام نے اُس کو جائز قرار دیا ہے، لہٰذا اُس کو خلافِ سنت، ناجائز یا شرک و بدعت کہنا دین میں زیادتی ہے۔ جو چیز سنت رسول نہیں، ضروری نہیں کہ وہ بدعت و حرام ہو، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ سنتِ صحابی ہو یا مباح و مستحب ہو۔ اُس کو بدعت و حرام یا شرک سمجھ کر علماء، فقہاء بلکہ صحابہ و تابعین کو فاسق و مشرک قرار دینا دین میں سب سے بڑی دہشت گردی ہے۔

شرعی مسائل میں اختلاف ایک حد تک دین میں روا ہے لیکن اِس اختلاف کی بنا پر فریقِ مخالف کو فاسق و فاجر حتی کہ بدعتی و مشرک ٹھہرانا انتہائی درجے کا ظلم ہے۔

اعتراض (۲۱): وہابی مولوی نے تیسری بات یہ کہی کہ ایک فی صد تعویذ قرآنی آیات پر مشتمل ہوتا ہے باقی ننانوے فی صد طلاسم، نمبرات، الٹی سیدھی لکیروں اور بے معنی

تحریروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ یہ سب بلاشبہہ جادو و کہانت میں داخل ہیں۔

جواب : اولاً وہابی مولوی کا یہ دعوی بے دلیل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ انھوں نے الٹی سیدھی لکیروں والے تعویذ ہی دیکھے ہوں۔ لیکن ایک عام حکم لگانا کہ ۹۹ فی صد تعویذ ایسے ہی ہوتے ہیں انصاف نہیں۔ کچھ قرآنی کلمات و دعا کے نمبرات والے تعویذ ہوتے ہیں جو کفار یا عوام کالانعام کو دئے جاتے ہیں کہ وہ طہارت و پاکی کی حالت میں رہنے کا اہتمام نہیں کرتے، یہ اِس لئے ہے تاکہ وہ حالتِ ناپاکی میں انھیں نہ چھوئیں۔ اگرچہ کسی پاک چیز مثلا کپڑے وغیرہ میں لپیٹ کر ناپاکی کی حالت میں بھی پہننے تو گناہ نہیں، جیسا کہ ماسبق میں اِس کی دلیل میں علما و فقہا کے اقوال پیش کئے گئے ہیں، تاہم احتیاطاً ایسے لوگوں کو نمبرات والے تعویذ دئے جاتے ہیں۔ اگر ایسا کرنا حرام ہے تو وہابیوں کو اُس کے حرام ہونے پر کوئی قرآن کی آیت یا حدیث پیش کرنا چاہئے۔ وہابی مولوی نے اُس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ بے دلیل کے صرف یہ لکھ دیا کہ ''یہ سب جادو و کہانت میں داخل ہیں''۔

حروفِ ابجد کے نمبرات کے مطابق تعویذ لکھنے پر جو اعتراض ہے اُس کا جواب ہم نے اِس سے قبل دے دیا ہے کہ اُس کے شرک یا حرام ہونے کے ثبوت میں جو قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پیش کیا جاتا ہے اُس میں اُن لوگوں کو وعید سنائی گئی ہے جو ابجد کے نمبرات کے حساب سے مستقبل کی باتیں جاننے کا دعوی کرتے ہیں۔ اگر مطلقاً ابجد کے حساب پر عمل کرنے والے افراد وعید کے مستحق ہوں اور حسابِ ابجد والے نمبرات کو لکھنا مطلقاً حرام یا شرک ہو تو تاریخِ وفات، تاریخِ پیدائش وغیرہ کے لئے بھی ابجد کے نمبرات والے الفاظ کا استعمال حرام ہوگا، حالاں کہ اُس کو حرام کہنے کی کوئی دلیل نہیں۔ اُس کو جادو اور کہانت کہنے کی بھی کوئی دلیل کتاب وسنت سے موجود نہیں۔ ایک گروہِ اہل حدیث کے سوا اُس کو اسلافِ امت میں سے کسی نے شرک و بدعت یا جادو و کہانت نہیں کہا ہے۔ یہی وجہ ہے قرآنی کلمات و دعا کے الفاظ کے نمبرات والے تعویذات کو علامہ احمد صاوی مالکی نے جائز لکھا ہے۔ (حوالہ ماسبق میں ملاحظہ کریں)

رہی بات اُن تعویذات کی جن میں ایسے نقوش و حروف ہوں جن کے معانی معلوم نہ

ہوں تو بعض علماء نے ایسے تعویذات کو مکروہ لکھا ہے، لیکن کسی نے اُس کو جادو یا کہانت یا شرک نہیں لکھا ہے۔ ہاں جادو یا شرکیہ مفہوم کے احتمال کی بناپر احتیاطاً اُس سے منع کیا ہے۔ لیکن وہابیہ اُس کو یقینی طور پر شرک اور جادو کہتے ہیں، حالاں کہ کسی چیز کو جادو یا کہانت کہنے کے لئے یقینی دلیل چاہیے اور وہابیہ کے پاس اِس کی کوئی یقینی دلیل نہیں۔

رہا وہابیہ کا قرآنی تعویذ کو مشرکین کے تعویذ، گنڈوں سے تشبیہ دینا تو یہ سراسر ظلم ہے۔ دعا و تعویذ کرانے کے لئے مسلمانوں کا علماء ومشائخ کے پاس جانا مشرکین کے سادھو سنت اور پنڈتوں کے پاس جانے کی طرح نہیں۔ علماء دین ومشائخ طریقت کو مشرکین کے پنڈوں اور سادھوؤں کی طرح کہنا وہابی اہل حدیث مولوی کے خبثِ باطنی کی دلیل ہے۔ علماء دین ومشائخ، اہلُ اللہ ہیں اور کفار ومشرکین عدُوُّ اللہ (اللہ کے دشمن) ہیں۔ علماء ومشائخ اللہ کے دوست ہیں اور مشرکین کے دوست شیاطین ہیں، پھر دونوں ایک جیسے کیوں کر ہوسکتے ہیں؟

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ**۔ کفار کے دوست طاغوت (شیطان) ہیں۔ (البقرۃ: ۲۵۷)

اہلُ اللہ کے دم وتعویذ کلام اللہ، ذکرُ اللہ اور مسنون دعاؤں پر مشتمل ہوتے ہیں، اُن میں اسماءِ الٰہی اور ملائکہ وصالحین کے نام بھی ہوتے ہیں، لیکن مشرکین بتوں کا نام لے کر جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کرتے ہیں، شیاطین سے استمداد کرتے ہیں۔ علماء دین اور مشائخ کے تعویذات میں شرکیہ افعال اور مشرکانہ کلمات نہیں ہوتے، اُن کے تعویذات میں شیاطین سے استمداد نہیں ہوتا، لہذا علماء ربانیین کے تعویذات کو مشرکوں کے تعویذات کی طرح کہنا وہابی اہل حدیث مولوی کی سخت گمرہی ہے۔

اعتراض (۲۲): تعویذ، گنڈے دینے والے اکثر جن وشیاطین کے پرستار ہوتے ہیں۔ مختلف چلے کاٹ کر جن وشیاطین کو اِس تجارت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اِس سے شرک لازم آتا ہے۔ (ایضا)

جواب: پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک بنانے کا شوق وہابی مولویوں پر اِس قدر

غالب آچکا ہے کہ انھیں ہر طرف شرک ہی شرک نظر آتا ہے۔ شاید خواب میں بھی انھیں شرک ہی نظر آتا ہوگا۔

وہابی مولوی سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اکثر تعویذ دینے والے جن وشیاطین کے پرستار ہوتے ہیں، اِس دعوی کے ثبوت پر کیا دلیل ہے؟ حضرت امام احمد بن حنبل تعویذ دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بچوں کو تعویذ لکھ کر دیتے تھے۔ اسی طرح بہت سے تابعین بھی تعویذ دیتے تھے۔ وہابی مولوی کے نزدیک یہ حضرات جن وشیاطین کے پرستار تھے یا نہیں؟ کیا اُن کا یہ عمل شرک تھا؟ کیا وہ سارے علماء، محدثین، ائمہ جو تعویذ کو جائز کہنے والے تھے سب شرک کی تائید کرنے والے تھے؟ سب جن وشیاطین کے پرستار تھے؟ اگر وہابیوں کے نزدیک سب جن وشیاطین کے پرستار اور شرک کے مرتکب تھے تو ہم انھیں جواب میں صرف یہی کہیں گے کہ پھر تو وہ خود اپنی مسلمانی کی خبر لیں کہ اُن کے مطابق ائمہ دین، تابعین بلکہ صحابہ بھی مشرک اور جن شیاطین کے پرستار قرار پاتے ہیں۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا (کتنی بڑی بات ہے جو اُن کی زبان سے نکلتی ہے! وہ نہیں بولتے مگر جھوٹی بات)

اگر یہ کہا جائے کہ اُن کا تعویذ دینا جائز تھا تو ہم کہیں گے کہ ہم اُسی تعویذ کو جائز کہتے ہیں جس کو تابعین کرام اور ائمہ دین نے جائز کہا ہے۔ ہم کسی ایسے تعویذ کو ہرگز جائز نہیں کہتے جس میں جاہلانہ اور شرکیہ اعتقاد ہو یا غدر و دھوکہ وغیرہ محرمات ہوں۔

ہمیں تسلیم ہے کہ بعض باباؤں، ڈھونگی پیروں اور دنیا دار مولویوں نے تعویذ گنڈے کو اپنی تجارت بنا کر اُس میں ہر جائز وناجائز امور کو انجام دینا شروع کر دیا ہے۔ کوئی سفلی وشیطانی عمل سے جھاڑ پھونک کرتا ہے، کوئی غدر و دھوکہ سے تعویذ ودم کے ذریعہ لوگوں کا مال ہڑپتا ہے۔ خواتین کی عزت پر بھی حملہ کرتا ہے۔ لوگوں کو علاج ومعالجہ سے دور کر کے اُن پر توہم پرستی کو مسلط کرتا ہے۔ مال اینٹھنے کے لئے جھوٹ بولتا ہے کہ فلاں پر سحر وجادو ہے یا آسیبی خلل ہے، حالاں کہ اُس کو جسمانی مرض ہوتا ہے یا یہ کہتا ہے کہ فلاں نے فلاں پر جادو چلایا ہے۔ اِس طرح سے مسلمانوں میں، کبھی بھائی بھائی میں، ساس بہو میں، میاں بیوی

میں اور رشتہ داروں کے درمیان عداوت ودشمنی پیدا کرتا ہے۔ایسے تعویذ گنڈے والے عامل اور بابا ''اِخوانُ الشیاطین'' (شیطان کے دوست) ہیں۔ اُن سے تعویذ گنڈے کروانے کو اہل سنت وجماعت کے علماء قطعاً جائز نہیں کہتے۔ ایسے لوگوں سے تعویذ گنڈے کروانا اپنے دین ودنیا کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ جولوگ مشرکانہ تعویذ یا دم کرتے کراتے ہیں اُن پر کفر وشرک کا حکم لگے گا لیکن مطلقاً تمام دم اورتعویذ کرنے والوں کو مشرک اور دم وتعویذ کو شرک کہنا وہابیہ کی ملاگیری اور داداگیری ہے۔ مان لو اکثر لوگ ہی حرام اور شرکیہ تعویذ کرنے لگیں تو انھیں کا فعل حرام اور شرک ہوگا، نہ کہ تمام تعویذ کرنے والے مجرم ہوں گے۔لہٰذا وہابی مولوی کا یہ کہنا باطل ہے کہ چوں کہ اکثر تعویذ دینے والے جن وشیاطین کے پرستار ہوتے ہیں اِس لئے ہر تعویذ کرنے والا حرام یا شرک کا مرتکب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى** (الاسراء:۱۵) جو ہدایت والا ہوا وہ اپنے لئے ہوا اور جو گمراہ ہوا اُس کی گمراہی کا وبال اُسی پر ہے اور کسی پر دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں ہوگا۔

فال کیا ہے؟

بدفالی لینے کو حدیث میں شرک (خفی) کہا گیا ہے۔ جہالت کی بنا پر بعض لوگ کسی چیز سے بُرا شگون لیتے ہیں۔گاڑی کے سامنے سے بلی گزری، ڈرائیور نے گاڑی سائڈ کرکے روک لی اور راستہ بدل دیا، یا واپس پلٹ آیا۔ اُلّو کو بولتے سنا، سمجھا کوئی نحوست آنے والی ہے۔ بائیں آنکھ پھڑکی، یقین کرلیا کوئی حادثہ ہونے والا ہے۔ یہ سب جاہلیت کے توہمات ہیں۔اُن کو شرک اصغر (گناہ کبیرہ) کہا گیا ہے،اُن سے بچنا ہر مسلمان کے لئے لازم ہے۔ جب ایسا کوئی غلط خیال دل میں آئے تو اُسے جھٹک دینا چاہئے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے اُس سے خیر کی امید رکھنا چاہئے۔ جب کسی چیز سے بدشگونی کا خیال آئے تو اُس کو دفع کرنے کے لئے یہ دعا پڑھے: **اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ، وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ**۔ اے اللہ تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں۔ تیرے ارادے کے بغیر کوئی برائی

نہیں آسکتی اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

مومن کو نیک فال لینا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: **لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ الصَّالِحُ الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ۔**

ترجمہ: کسی کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی (بلکہ قضا وقدر سے آتی ہے) اور بدشگونی کوئی چیز نہیں۔ مجھے نیک فال، اچھی بات پسند ہے۔ (الادب المفرد ا۔۴۹۴)

آنحضرت ﷺ اچھا نام رکھا کرتے تھے اور اُس سے نیک فال لیا کرتے تھے۔

مختلف امراض کی مختلف علامات ہوتی ہیں۔مثلاً بچے کو ''سوکھا'' کا مرض ہوتا ہے تو اس کے کان کی لَو کو خوب طاقت سے دبانے سے بھی درد نہیں ہوتا۔بچے کے زیادہ رونے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے پیٹ میں شدید درد ہو، سینے میں جکڑن ہو جس کی وجہ سے سانس لینے میں تکلیف ہو اور دودھ میں منہ لگاتے ہی رونے لگتا ہو۔ہوسکتا ہے پیٹ میں کیڑے ہوں۔لیکن ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ توہم پرستی سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ بچے کو آسیبی خلل ہوگیا ہے، کسی کی نظر لگ گئی ہے، کسی نے کچھ کر کرادیا ہے، پھر تعویذ گنڈے والوں کے پاس پہنچتے ہیں اور کاروباری بابا فال دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ بچے کو آسیبی اثر ہے۔ نظر بد ہے، جن کا اثر ہے، وغیرہ وغیرہ۔۔

کسی نوجوان عورت کو ہسٹیریا کا مرض ہوتا ہے، وہ آسیب زدہ شخص کی طرح بال نوچتی ہے، بہکی بہکی باتیں کرتی ہے، ادھر ادھر دوڑتی پھرتی ہے۔ایسی مریضہ کا مناسب علاج نہ کرکے جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کرا کے مریضہ کے مرض میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ علم الاعداد اور بعض ذرائع سے بھی امراض کا پتہ لگانے کا عمل بزرگوں سے منقول ہے۔لیکن اُس کا علم حتمی اور یقینی ہرگز نہیں ہوتا بلکہ ظنی اور تجرباتی ہوتا ہے، جیسا کہ بعض جسمانی احوال و کیفیات کو دیکھ کر مرض کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور اُس کا علم حتمی و یقینی نہیں ہوتا، یہ بات مریض کے بھی دل و دماغ میں بسانا ضروری ہے۔

نیز اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے بعض مومن صالح بندے اپنی ایمانی فراست سے بھی مرض کا پتہ لگا لیتے ہیں۔محدث ابونعیم اصفہانی نے کتاب الطب میں یہ حدیث ذکر

کی ہے: مومن کی فراست سے ڈرو کیوں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اِس کو کتاب الطب میں ذکر کرنے سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مرض کی تشخیص میں ایمانی فراست کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: **إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا يَعْرِفُونَ النَّاسَ بِالتَّوَسُّمِ۔**

ترجمہ: اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو لوگوں کی علامتیں دیکھ کر اُن کے احوال جان لیتے ہیں۔ (الطب النبوی ا۔۲۰۶)

فال دیکھ کر مستقبل کی خبریں دینا، آنے والے حادثات کی پیشین گوئی کرنا اور ہر قسم کی جسمانی تکلیف و بیماری یا کاروباری پریشانی وغیرہ کو سحر، جادو کہہ کر لوگوں کو خوف و نا امیدی اور توہم پرستی کا شکار بنانا سخت حرام اور دین و ایمان کی بربادی کا سبب ہے۔

قرآنی تعویذ دینے والا تعویذ لینے والے کو نماز کی پابندی، گناہوں سے دوری اور اللہ پر توکل رکھنے کی تاکید کرے۔ مسنون دعائیں پڑھنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کی ترغیب دے۔ تعویذ لینے والے کے سامنے یہ بات ضرور بولے کہ اللہ نے چاہا تو شفا ملے گی، پریشانی دور ہوگی، مقصد پورا ہوگا، اللہ پر بھروسہ رکھو، کام ضرور ہوگا۔ اِس طرح کی باتوں کو سن کر تعویذ لینے والے کا اللہ سے توکل کا رشتہ مضبوط ہوگا اور وہ عقیدے کے فساد سے بھی محفوظ رہے گا۔ حاجت مند شخص کو مصیبت پر صبر کرنے کی بھی تلقین کرے اور اُس کے دل میں یہ تصور جمائے کہ بندۂ مومن کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے صبر کرتا ہے تو اُس مصیبت کے بدلے میں گناہ معاف ہوتے ہیں اور بندے کا تعلق اپنے مولیٰ سے مضبوط ہوتا ہے۔ اُسے یہ نصیحت بھی کرے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا مومن کی شان نہیں۔ اللہ کی رحمت پر بھروسہ رکھو۔ اللہ سے دعائیں کیا کرو۔ ان شاء اللہ مشکلیں آسان ہوں گی۔

دوا سے علاج

صحت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اِس نعمت کی قدر کر کے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اُس کی عبادت واطاعت میں زندگی گزارنا چاہیے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صحت جیسی عظیم نعمت کے معاملے میں بہت سے لوگ غفلت اور دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔

حفظانِ صحت کے اصولوں میں یہ بھی ہے کہ آدمی گناہوں سے دور رہے۔ خیالات کو مثبت اور پاک صاف رکھے۔ آج کی جدید طبی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جو لوگ اپنے دل ودماغ کو برے خیالات سے پاک رکھتے ہیں وہ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ صحت مند وتندرست رہتے ہیں اور اُن کے خون میں کولیسٹرول کی سطح معتدل حالت میں رہتی ہے۔

ہر مسلمان کو چاہئے کہ حفظانِ صحت کے طریقوں کو جانے اور اُن پر عمل کر کے صحت مند زندگی گزارے۔ بیماری پیدا کرنے والے اسباب سے دور رہے تاکہ بیماری نہ آئے۔

ایک بزرگ کو میں نے بغیر شکر کی چائے پیتے ہوئے دیکھا۔ میں نے پوچھا حضرت! آپ کو شوگر ہے کیا؟ بزرگ نے جواب دیا: بیماری آنے کے بعد پرہیز کیا تو پرہیز کیا؟ پرہیز تو یہ ہے کہ بیماری آنے سے پہلے پرہیز کیا جائے۔

احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے باوجود بیماری آجائے تو اُس کا علاج کرنا چاہئے اور صبر وتوکل پر قائم رہنا چاہئے۔

ایک بار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! میں یہ بات زیادہ پسند کرتا ہوں کہ صحت مند رہوں اور اللہ کا شکر ادا کروں، کیا یہ اچھا ہے یا یہ اچھا ہے کہ بیمار ہو جاؤں اور اُس پر صبر کروں؟ آقائے کائنات ﷺ نے فرمایا: **وَرَسُوْلُ اللّٰہِ مَعَکَ یُحِبُّ الْعَافِیَۃَ**۔ ابوذر! اللہ کے رسول تمہارے ساتھ ہیں۔ وہ صحت وعافیت کو پسند کرتے ہیں۔ (الطب النبوی: ۱۔۲۳۵)

بیمار ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے علاج کی ترغیب دی ہے۔ آپ کا ارشاد مبارک ہے:

مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ دَاءٍ إِلا أَنْزَلَ اللّٰهُ لَهُ دَوَاءً عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ۔
ترجمہ: اللہ نے جو بھی بیماری نازل کی ہے اُس کی دوا بھی نازل کی ہے۔ جس نے سیکھا، جانا اور جس نے نہیں سیکھا، نہیں جانا (الطب النبوی لابی نعیم ۱۔۱۷۶)

رسول پاک ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ دَوَاءً ۔ اے لوگو دواؤں سے علاج کراؤ، کیوں کہ اللہ نے کوئی ایسی بیماری نہیں نازل نہیں کی ہے جس کی دوا نازل نہ کی ہو۔ (ایضا)

یہ بھی ارشاد ہے: مَا وَضَعَ اللّٰهُ دَاءً إِلّا وَضَعَ لَهُ دَوَاءً إِلّا السَّامَ وَالْهَرَمَ فَعَلَيْكَ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ فَإِنَّهَا تُخْلَطُ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ ۔ اللہ نے موت اور بڑھاپے کے سوا جو بھی بیماری پیدا کی ہے، اُس کی دوا ضرور پیدا کی ہے۔ تم گائے کا دودھ پیا کرو کیوں کہ اُس میں ہر قسم کی گھاس کا اثر شامل ہوتا ہے۔ (الآثار لابی یوسف: ۱۔۲۳۵)

علاج توکل کے منافی نہیں

حدیث: عَنْ أَبِي هُرَيرة قال: اُحْتُفَّ بِرَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ يَوْمَ أُحُدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَدَعَا لَهُ رسولُ اللهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّم طَبِيْبَيْنِ كانَا بِالمَدينةِ فَقَالَ: عَالِجَاهُ! فَقَالَا: يا رسولَ اللهِ إنّما كُنّا نُعَالِجُ وَنَحْتَالُ فِي الجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلَامُ فَمَا هُوَ إلّا التَّوَكُّلُ فَقَالَ: عَالِجَاهُ فَإِنَّ الَّذِي أَنْزَلَ الدَّاءَ أَنْزَلَ الدَّوَاءَ ثُمَّ جَعَلَ فِيهِ شِفَاءً قال: فَعَالَجَاهُ فَبَرَأَ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری صحابی غزوہ اُحد کے دن زخمی ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے دو طبیبوں کو بلوایا اور فرمایا: علاج کرو۔ دونوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ہم دور جاہلیت میں دوا دارو کیا کرتے تھے لیکن جب سے اسلام آیا ہے، بس اللہ پر ہمارا توکل ہے۔ آپ نے فرمایا: علاج کرو، کیوں کہ جس (اللہ)

نے بیماری دی ہے اُسی نے دوا بھی پیدا کی ہے اور اُس میں شفا رکھی ہے۔حضور کا فرمان سن کر دونوں طبیبوں نے علاج کیا تو مریض صحت یاب ہو گیا۔(الطب النبوی لابی نعیم ۱۔۱۸۸)

حفظانِ صحت کا نبوی نسخہ

رات کو زیادہ نوافل اور تہجد کی نمازیں پڑھنے سے آدمی مہلک بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔دیکھئے،رسولِ رحمت ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں :**عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَإِنَّهُ دَأبُ الصَّالِحِینَ قَبْلَکُمْ وَإِنَّ قِیَامَ اللَّیْلِ قُرْبَةٌ إِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَتَکْفِیرٌ لِّلسَّیِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الإثْمِ وَمَطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ۔**

ترجمہ :رات کو پابندی کے ساتھ نوافل و تہجد پڑھا کرو۔یہ سلفِ صالحین کا طریقہ ہے۔رات کی نفل نمازیں اللہ عزوجل سے بندے کو قریب کرنے والی ہیں۔گناہوں کا کفاہ اور گناہوں سے روکنے والی ہیں۔جسم سے بیماریوں کو دور کرنے والی ہیں۔(الطب النبوی:۱۔۲۳۸)

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صحت مند رہنا چاہتے ہو تو اپنی خواہشات کا دائرہ کم سے کم رکھو۔یہ بات تجربے کی ہے کہ جب خواہشات زیادہ ہوتی ہیں تو آدمی ذہنی تناؤ اور ڈپریشن کا شکار ہو کر مختلف امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

کبھی کبھی سیر و تفریح کے لئے سفر کرنے سے بھی آدمی کی صحت پر اِس کا مثبت اثر پڑتا ہے۔ایک حدیث میں ہے:**سَافِرُوا تَصِحُّوا**. سفر کرو صحت مند ہو جاؤ گے۔

اِس میں حضور ﷺ نے مرد و عورت میں کوئی تفریق نہیں کی ہے،لہذا مخالفینِ اسلام کا یہ اعتراض غلط ہے کہ اسلام عورتوں کو گھروں میں مقید رکھنے کا حکم دیتا ہے۔یہ عورتوں کے حق آزادی کو چھیننا ہے۔جس اسلام نے صحت و تندرستی کے حصول کے لئے عورتوں کو بھی سفر کرنے کی اجازت دی ہے وہ بھلا عورتوں کو گھروں میں بند رکھنے کا حکم کیوں کر دے سکتا ہے؟ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اسلام انسانی معاشرے کو ہر قسم کی برائی،بے حیائی اور فحاشی سے پاک رکھنا چاہتا ہے،لہذا ہر اُس راستے پر بند لگانے کی تاکید کرتا ہے جس سے برائیوں

اور بے حیائیوں کے در آنے کا خطرہ ہے۔اسلام عورت کو بے پردہ ہو کر گھر سے نکلنے سے روکتا ہے۔اُسے محرم رشتہ دار کے بغیر سفر کرنے سے منع کرتا ہے۔تنگ و چست لباس جس سے جسم کا ابھار ظاہر ہو، پہننے سے روکتا ہے۔غیر محرم مردوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے باز رکھتا ہے۔ یہ سب ہدایات صنفِ نازک کی عفت و عزت کی حفاظت کے لئے ہیں۔ اسلام نے عورتوں کو پاک دامن اور باعزت رکھنے کے لئے جو رہنمائی کی ہے دنیا کا کوئی مذہب اُس کی مثال پیش نہیں کرسکتا۔

ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے اُن عقلمندوں کی عقل و فکر پر جنھوں نے آزادی نسواں کے نام پر عورتوں کو کلبوں، تھیئٹر وں، سینیما گھروں اور کھیل کے میدانوں میں اتار کر انھیں مردوں کی ہوس کی آگ بجھانے کا سامان بنالیا ہے، پھر بھی دنیا کے سامنے وہی حقوقِ نسواں کے سب سے بڑے محافظ بنے بیٹھے ہیں۔

فسادِ صحت کا سبب بسیار خوری (زیادہ کھانا) بھی ہے۔اُس سے معدہ میں فساد پیدا ہوتا ہے اور فسادِ معدہ اُمّ الامراض (بیماریوں کی ماں) ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث میں ہے: **اَلْمِعْدَةُ حَوْضُ الْبَدَنِ وَ الْعُرُوْقُ إِلَيْهَا وَارِدَةٌ فَإِذَا صَحَّتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالصِّحَّةِ وَ إِذَا سَقِمَتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالسَّقَمِ۔** (المعجم الاوسط:۴، ۳۲۹)

ترجمہ: معدہ بدن کا حوض ہے۔جسم کی رگیں وہاں اترتی ہیں۔جب معدہ صحت مند ہوتا ہے تو رگیں صحت مند ہو کر وہاں سے آتی ہیں اور معدہ بیمار ہوتا ہے تو رگیں بیمار ہو کر آتی ہیں۔

معدہ کو صحت مند رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ بھر پیٹ کھانا نہ کھایا جائے۔ایک حدیث میں ہے: **إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَخْلُقْ وِعَاءً إِذَا مُلِءَ شَرًّا مِّنَ الْبَطْنِ فَإِذَا كَانَ لَا بُدَّ فَاجْعَلُوهَا ثُلُثًا لِلطَّعَامِ وَثُلُثًا لِلشَّرَابِ وَثُلُثًا لِلرِّيْحِ۔**

ترجمہ: اللہ نے کوئی برتن ایسا نہیں بنایا ہے جو پُر ہونے کی حالت میں پیٹ سے زیادہ بُرا ہو۔اگر پیٹ بھرنے کی ضرورت ہی ہو تو ایک تہائی حصے میں کھانا، ایک تہائی میں

پانی رکھو اور ایک تہائی کو ہوا (سانس) کے لئے رکھو۔

رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ چار چیزوں کو ناپسند نہ کرو کہ اُن کے سبب چار بڑی بیماریاں نہیں آتی ہیں۔ (۱) آشوبِ چشم (آنکھ آنا): اِس سے اندھاپن نہیں آتا۔ (۲) زُکام: اِس سے کوڑھ کا خطرہ ٹل جاتا ہے۔ (۳) کھانسی: فالج کے حملے سے بچانے کا سبب ہے۔ (۴) پھوڑا پھنسی: اِس کی وجہ سے برص (سفید داغ کا مرض) نہیں ہوتا۔

چند مسنون دعائیں

ادائیگی قرض کی دعا:

اللّٰھُمَّ اکْفِنِی بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ، وَاغْنِنِی بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ

حدیث شریف میں ہے کہ اگر پہاڑ کے برابر بھی کسی پر قرض ہو تو اِس دعا کو پابندی سے پڑھنے سے قرض ادا ہو جائے گا۔

آگ بجھانے کی دعا:

کسی چیز میں آگ لگ جائے اور فوری طور پر بجھانے کا کوئی سامان موجود نہ ہو تو اللہ اکبر پڑھ کر اُس پر دھول مٹی پھینکے اور بلند آواز سے اللہ اکبر پڑھتا رہے۔ کیوں کہ حضور علیہ الصلاۃ السلام نے فرمایا ہے: **اِسْتَعِینُوا عَلَی إِطْفَاءِ الْحَرِیقِ بِالتَّکْبِیرِ**۔ آگ بجھانے کے لئے اللہ اکبر سے مدد لو۔ (الدعوات الکبیر للبیہقی ۲:۱۱۸)

گمشدہ چیز کی واپسی کی دعا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما گمشدہ چیز کی تلاش کے لئے اِس دعا کو پڑھنے کا حکم دیتے تھے: **اَللّٰھُمَّ رَبَّ الضَّالَّۃِ، ھَادِیَ الضَّالَّۃِ، تَھْدِی مِنَ الضَّلَالَۃِ، رُدَّ عَلَیَّ ضَالَّتِی بِقُدْرَتِکَ وَسُلْطَانِکَ مِنْ عَطَائِکَ وَفَضْلِکَ** (اگر دوسرے کی چیز گم ہوئی ہو اور وہ اِس دعا کو پڑھنے سے عاجز ہو تو اُس کو یہ کلمات لکھ کر دے کہ قرآن پاک کے اندر رکھے۔ **رُدَّ عَلَیَّ ضَالَّتِی** کی جگہ **رُدَّ عَلَی** کے بعد سامان کے مالک کا نام اور اُس کی ماں کا نام اور **ضَالَّتِی** کی جگہ **ضَالَّتَہُ** لکھے)

ترجمہ :اے اللہ، گمشدہ چیز کے مالک اور اُس کی طرف رہنمائی فرمانے والے! تو ہی گم گشتہ راہ کو راستہ دکھاتا ہے۔ مجھے اپنی قدرت واختیار سے اپنی عطا ونعمت واپس فرمادے، جو مجھ سے گم ہوگئی ہے۔(ایضا)

برائے تسہیل ولادت(ڈلیوری میں آسانی کے لئے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عورت کو وضع حمل میں زیادہ تکلیف ہوتو اُس کو یہ دعا لکھ کر پلائے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِی لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الۡحَلِیمُ الۡکَرِیمُ. سُبۡحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَرَبِّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیمِ. الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِینَ ٭ کَاَنَّهُمۡ یَومَ یَرَونَهَا لَمۡ یَلۡبَثُوا إِلَّا عَشِیَّةً اَوۡ ضُحٰهَا ٭ کَاَنَّهُمۡ یَوۡمَ یَرَوۡنَ مَا یُوۡعَدُوۡنَ لَمۡ یَلۡبَثُوۡا اِلَّا سَاعَةً مِنۡ نَهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلۡ یُهۡلَکُ إِلَّا الۡقَوۡمُ الۡفَاسِقُونَ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ:۵،۳۹)

اچھے اور برے خواب:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے۔ جب کوئی براخواب دیکھے تو **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** پڑھ کر بائیں طرف تھوکے، اب کچھ تکلیف نہ ہوگی۔ آدمی اچھے خواب کو اُسی کے سامنے بیان کرے جو اُس سے محبت کرتا ہے اور برے خواب کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے۔(صحیح بخاری)

درد سے شفا کے لئے:

جسم کے جس حصے میں درد ہو وہاں پر ہاتھ رکھ کر بسم اللہ ۳ بار پھر سات بار یہ پڑھے: **أَعُوذُ بِاللهِ وَقُدۡرَتِهِ مِنۡ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ**۔(صحیح مسلم)

دفعِ ورم کی دعا:

مریض کے چہرے اور سر پر ہاتھ رکھے (اگر نامحرم عورت ہوتو ہاتھ نہ رکھے) پھر تین مرتبہ یہ دعا پڑھ کر دم کرے: **بِسۡمِ اللهِ أَذۡهِبۡ عَنۡهُ سُوۡءَ هٗ وَفُحۡشَهٗ بِدَعۡوَةِ نَبِیِّکَ صلی اللہ علیہ وَسَلَّمَ الطَّیِّبِ الۡمُبَارَکِ الۡمَکِینِ عِنۡدَکَ، بِسۡمِ اللهِ.**

(الدعوات الکبیر: ۲۵۰) (عورت پر دم کرنا ہو تو عنھا، سوء ھا، فحشھا کہے)

شیاطین وآسیب کے ضرر سے بچنے کی دعا:

حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ انسان کو شیاطین بھی تکلیف پہنچاتے ہیں۔

حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے طائف کا گورنر بنا کر بھیجا۔ وہاں مجھے یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ جب نماز پڑھتا تھا تو یہ شک ہوتا تھا کہ میں نے نماز پڑھی یا نہیں۔ میں نے اپنی پریشانی کی شکایت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے فرمایا: وہ شیطان ہے جو تمہارے ساتھ ایسا کرتا ہے۔ میرے قریب آؤ! میں حضور کے قدموں کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے میرے سینے پہ دستِ مبارک سے ضرب لگائی اور اپنا لعابِ دہن میرے منہ میں دیا پھر تین مرتبہ فرمایا: **اُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ** ۔ اے دشمن خدا نکل جا۔ اُس کے بعد مجھ سے فرمایا: جاؤ اپنی ڈیوٹی میں لگ جاؤ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ واللہ! اُس کے بعد پھر شیطان مجھے نقصان نہ پہنچا سکا۔ (سنن ابن ماجہ)

جو شخص ہر دن سو مرتبہ اِس دعا کو پڑھے گا وہ شیطان کے ضرر سے محفوظ رہے گا۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (بخاری ومسلم)

سونے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ، وَمِنْ عِقَابِهِ، وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ، وَأَنْ يَحْضُرُونِ ۔ (سنن ابی داؤد: ۴۔۱۲)

بچوں کو اور جو اِس دعا کو پڑھنے سے عاجز ہوں اُن کو لکھ کر دے کہ گلوں میں لٹکائیں۔

دفعِ بلا کے لئے اِس دعا کو کثرت سے پڑھا کرے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۔ (سنن النسائی: ۹۔۲۴۳)

اس دعا کو دعاء ''ذوالنون'' بھی کہا جاتا ہے۔ اِس دعا کی برکت سے حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی مصیبت پیش آتی تو یہ دعا پڑھتے تھے: **یَا حَيُّ یَا قَیُّومُ بِرَحْمَتِکَ أَسْتَغِیثُ** (الاسماء والصفات للبیھقی:۱۔۲۸۸)

جنون کا علاج:

کم سے کم تین دن صبح وشام سورۂ فاتحہ پڑھ کر مریض پر دم کیا جائے (سنن ابی داوٗد:۴۔۱۴)

شفاء امراض کے لئے:

اس دعا کو سات بار پڑھ کر مریض پہ دم کرے: **أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِیمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیمِ، أَنْ یَشْفِیَکَ۔** (الادب المفرد للبخاری:۱۔۱۸۹)۔ اگر مریض کی حیات باقی ہو تو ان شاء اللہ اِس کے پڑھنے سے شفا ملے گی۔ (اپنے اوپر دم کرنا ہو تو **اَنْ یَّشْفِیَنِی** کہے)

مکان کو آسیب وشیاطین کے ضرر سے بچانے کے لئے:

مکان کے اندر یہ دعا پڑھ کر داخل ہو: **أَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔** (صحیح مسلم)

اگر اِن مبارک کلمات کو لکھ کر مکان میں لٹکایا جائے تو بھی اِن شاء اللہ، شیاطین کے ضرر سے حفاظت ہو گی۔

مکان میں خیر وبرکت اور جن، آسیب وغیرہ سے حفاظت کے لئے قرآن حکیم کی تلاوت پابندی سے کرنا سب سے زیادہ موثر ہے۔ خصوصاً سورۂ بقرہ کی تلاوت جس گھر میں ہوتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

نظر بد سے بچنے کی دعا

حدیث: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نظر بد سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ دعا پڑھ کر دم فرماتے تھے: **اُعِیذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِن کُلِّ شَیطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِن کُلِّ عَینٍ لَامَّةٍ** (ایک فرد پر دم کرنا ہو تو اُعِیذُکَ کہے) (سنن الترمذی ۳۔۴۶۳)

زھر اور سحر سے بچنے کا نبوی نسخہ

حدیث :حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہر دن صبح کو چند عجوہ کھجوریں کھائے گا وہ زہر اور سحر (جادو) سے شام تک محفوظ رہے گا۔ بعض روایات میں سات کھجوروں کا ذکر ہے۔ (صحیح البخاری ۷۔۱۳۷ باب ھل یستخرج السحر)

بچھو کے ڈنک کا نبوی علاج

حدیث:

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے۔ آپ نے جیسے ہی زمین پر ہاتھ رکھا بچھو نے ڈنک مار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے چپل سے رگڑ کر مار ڈالا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اللہ لعنت کرے بچھو پر کہ کسی نمازی یا غیر نمازی اور نبی یا غیر نبی کو نہیں چھوڑتا۔ پھر آپ نے پانی اور نمک منگوایا اور پانی میں نمک ڈال کر اُس مقام پر پانی بہانے لگے اور اُس کو پونچھنے لگے جہاں پر بچھو نے ڈنک مارا تھا۔ اُس پر آپ سورۂ فلق (قل اعوذ برب الفلق) اور سورۂ ناس (قل اعوذ برب الناس) پڑھ کر دم کرنے لگے۔ بعض روایتوں میں تینوں قُل پڑھ کر دم کرنے کا ذکر ہے۔ (شعب الایمان ۱۶۹/۴ باب تخصیص المعوذتین بالذکر)

تم هذاالکتاب ، فللّٰه الحمد و له الشکر، فی الثانی من ذی الحج یوم الثلاثاء سنة ۱۴۳۹ هجرية / ۲۰۱۸ میلادیةنفع اللّٰه به المسلمین و جعله زیادةفی حسناتی یوم الیقین.

ماخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف	وصال	مطبع	اشاعت
القرآن الکریم				
الآثار لابی یوسف	امام ابو یوسف	۱۸۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت	
احوال الرجال	ابو اسحاق جوزجانی	۲۵۹ھ	حدیث اکاڈمی فیصل آباد	
الادب المفرد	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ	دار البشائر الاسلامیہ بیروت	۱۹۸۹ء
الاسماء والصفات	ابوبکر بیہقی	۴۵۸ھ	مکتبۃ السوادی، جدہ	
الاصابہ فی تمییز الصحابہ	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت	۱۴۱۵ھ
الاقتراح فی بیان الاصلاح	ابن دقیق العید	۷۰۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت	
الام	محمد بن ادریس شافعی	۲۰۴ھ	دار المعرفۃ بیروت	۱۹۹۰ء
الانجم الزاہرات علی حل الورقات	شمس الدین ماردینی شافعی	۸۷۱ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض	۱۹۹۹ء
اصول العقیدہ	عبدالرحیم سُلمی			
اکمال تہذیب الکمال	علاء الدین مغلطائی	۷۶۲ھ	الفاروق الحدیثہ	۲۰۰۱ء
ایجاز البیان عن معانی القرآن	محمود بن ابوالحسن نیشاپوری	۵۵۰ھ	دار الغربی الاسلامی بیروت	۱۴۱۵ھ
بحر العلوم	ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی	۳۷۳ھ	دار الفکر بیروت	
بدایۃ المجتہد	ابن رشد مالکی	۵۹۵ھ	دار الحدیث قاہرہ	۲۰۰۴ء
البنایہ	بدر الدین عینی	۸۵۵	دار الکتب العلمیہ بیروت	۲۰۰۰ء
البیان والتحصیل	محمد بن احمد رشد قرطبی	۵۲۰ھ	دار الغرب الاسلامی بیروت	۱۹۸۸ء

تبسیط العقائد الاسلامیہ	حسن محمد ایوب	۱۴۲۹ھ	دار الندوۃ الجدیدۃ بیروت	۱۹۸۳ء
تحفۃ التحصیل فی ذکر رواۃ المراسیل	احمد بن عبد الرحیم ابن العراقی	۸۲۶ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض	
تحفۃ المحتاج فی شرح المنھاج	احمد بن محمد حجر ہیتمی	۹۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت	
تہذیب الکمال	جمال الدین مزی	۷۴۲ھ	موسسۃ الرسالہ بیروت	۱۹۸۰ء
تعریف اہل التقدیس	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	مکتبۃ المنار عمان	۱۹۸۳ء
تعویذ اور دم	خواجہ محمد قاسم			
تفسیر ابن جزی	محمد بن احمد الجزی	۷۴۱ھ		
تفسیر الثعالبی	عبد الرحمٰن الثعالبی	۸۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی	۱۴۱۸ھ
تفسیر السمعانی	ابو الحسن علی بن احمد الواجدی	۶۸۴ھ	دار الوطن، الریاض	۱۹۹۷ء
تفسیر الرازی	محمد بن عمر فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی	۱۴۲۰ھ
تفسیر القرطبی	محمد بن احمد قرطبی	۶۷۱ھ	دار الکتب المصریہ قاہرہ	۱۹۶۴ء
التفسیر الوسیط	امام علی نیشاپوری شافعی	۴۶۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت	۱۹۹۴ء
التمہید	ابن عبد البر	۴۵۹ھ	وزارۃ عموم الاوقاف مغرب	۱۳۸۷ھ
التیسیر بشرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف مناوی	۱۰۳۱ھ	مکتبۃ الامام الشافعی ریاض	۱۹۸۸ء
حاشیۃ البجیرمی	سلیمان بن محمد بُجَیرمی	۱۲۲۱ھ	دار الفکر، بیروت	۱۹۹۵ء
حاشیۃ الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی	۱۲۰۴ھ	دار الفکر، بیروت	
حاشیۃ السندی	محمد بن عبد الہادی السندی	۱۱۳۸ھ	مکتبۃ الاسلامیہ حلب	۱۹۸۶ء
حاشیۃ الشہاب	شہاب الدین الخفافی	۱۰۶۹ھ	دار صادر، بیروت	
حاشیۃ الصاوی	احمد بن محمد الصاوی	۱۲۴۱ھ	دار احیاء التراث بیروت	۱۹۷۰ء
حاشیۃ العدوی	ابو الحسن علی العدوی مالکی	۱۱۸۹ھ	دار الفکر، بیروت	۱۹۹۴ء

الدعوات الکبیر	ابو بکر بیہقی	۴۵۸ھ	غراس للنشر والتوزیع کویت	۲۰۰۹ء
الذخیرۃ	امام قرافی مالکی	۶۸۴ھ	دار الغرب الاسلامی بیروت	۱۹۹۴ء
ردالمحتار	ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ	دار الفکر، بیروت	۱۹۹۲ء
روح المعانی	محمود بن عبداللہ آلوسی	۱۲۷۰ھ	المکتبۃ العلمیہ بیروت	۱۴۱۵ھ
زاد المعاد	ابن قیم جوزی	۷۵۱ھ	موسسۃ الرسالہ	۱۴۱۵ھ
السراج المنیر	شمس الدین سربینی شافعی	۹۷۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت	
سنن ابی داؤد	سلیمان بن اشعث سجستانی	۲۷۵ھ	المکتبۃ العصریہ بیروت	
سنن ابن ماجہ	ابو عبداللہ ابن ماجہ	۲۷۳ھ	دار احیاء الکتب العربیہ	
سنن الترمذی	ابو عیسیٰ الترمذی	۲۷۹ھ	مصطفیٰ البابی الحلبی	۱۹۷۵ء
السنن الکبریٰ	ابو بکر بیہقی	۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت	۲۰۰۳ء
السنن الکبریٰ	احمد بن شعیب نسائی	۳۰۳ھ	موسسۃ الرسالہ بیروت	۲۰۰۱ء
سیر اعلام النبلاء	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	دار الحدیث قاہرہ	۲۰۰۶ء
شرح ابن بطال	ابن بطال	۴۴۹ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض	۲۰۰۳ء
شرح زاد المستقنع	محمد بن محمد شنقیطی		مملکت العربیۃ السعودیہ	۲۰۰۷ء
شرح سنن ابی داؤد	عبدالمحسن العباد		دروس صوتیہ	
شرح السنہ	محی السنہ فراء بغوی	۵۱۶ھ	المکتب الاسلامی بیروت	۱۹۸۳ء
الشرح الکبیر علی متن المقنع	ابن قدامہ حنبلی	۶۲۰ھ	دار الکتاب العربی للنشر	
الشرح الممتع علیٰ زاد المستقنع	محمد بن صالح عثیمین	۱۴۲۱ھ	دار ابن الجوزی	۱۴۲۲ھ
شرح المحرر فی الحدیث	عبدالکریم الخضیر			
شرح الورقات فی اصول الفقہ	جلال الدین محلی شافعی	۸۶۴ھ	جامعۃ القدس فلسطین	۱۹۹۹ء

کتاب	مصنف	وفات	ناشر	سن
شرح معانی الآثار	احمد بن محمد طحاوی	۳۲۱ھ	عالم الکتب	۱۹۹۴ء
شعب الایمان	احمد بن حسین بیہقی	۴۵۸ھ	مکتبۃ الرشد ریاض	۲۰۰۳ء
صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴ھ	موسسۃ الرسالہ بیروت	۱۹۸۸ء
صحیح بخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ	دار طوق النجاۃ	۱۴۲۲ھ
صحیح مسلم	مسلم بن حجاج قشیری	۲۶۱ھ	دار احیاء التراث، بیروت	
طبقات المدلسین	محمد بن علی حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	مکتبۃ المنار، عمان	۱۹۸۳ء
الطب النبوی	ابن قیم جوزی	۷۵۱ھ	دار الہلال بیروت	
عمدۃ القاری	بدر الدین عینی	۸۵۵ھ	دار احیاء التراث، بیروت	
عمل الیوم واللیہ				
عون المعبود	شرف الحق عظیم آبادی	۱۳۲۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت	۱۴۱۵ھ
الغرۃ المنیفۃ	عمر بن اسحٰق حنفی ہندی	۷۷۳	موسس الکتب الثقافیہ	۱۹۸۶ء
فتح الباری	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	دار المعرفۃ، بیروت	۱۳۷۹ھ
فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا خان		رضا فاونڈیشن لاہور	
الفروع وتصحیح الفروع	محمد بن مفلح مقدسی	۷۶۳ھ	موسسۃ الرسالہ بیروت	۲۰۰۳ء
الفواکہ الدوانی	احمد بن غانم مالکی	۱۱۲۶ھ	دار الفکر، بیروت	۱۹۹۵ء
فیض القدیر	عبد الرؤف مناوی	۱۰۳۱ھ	مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر	۱۳۵۶ھ
القوانین الفقہیہ	محمد بن احمد غرناطی مالکی	۷۴۱ھ		
کشف المشکل	ابن الجوزی	۵۹۷ھ	دار الوطن، ریاض	۱۹۹۷ء
الکنی والاسماء	محمد بن احمد دولابی	۳۱۰ھ	دار ابن حزم، بیروت	۲۰۰۰ء
اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب	محمد علی خزرجی	۶۸۶ھ	دار القلم، بیروت	۱۹۹۴ء

اللباب فی علوم الکتاب	ابو حفص عمر دمشقی	۷۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت	۱۹۹۸ء
المبدع فی شرح المقنع	ابراہیم بن محمد بن مفلح	۸۸۴ھ	دار الکتب العربیہ بیروت	۱۹۹۷ء
مجموع فتاوی بن باز	عبد العزیز بن باز	۱۴۲۰ھ	الرئاسۃ العامہ	
المجموع شرح المہذب	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ھ	دار الفکر، بیروت	
مختصر التحریر شرح الکوکب المنیر	ابن النجار حنبلی	۹۷۲ھ	مکتبۃ العبیکان	۱۹۹۷ء
مختصر الانصاف	عبد الوہاب نجدی	۱۲۰۶ھ	مطابع الریاض، ریاض	
مرعاۃ المفاتیح	عبید اللہ رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ	جامعہ سلفیہ بنارس	۱۹۸۴ء
مرقاۃ المفاتیح	علی بن محمد قاری	۱۰۱۴ھ	دار الفکر بیروت	۲۰۰۲ء
مسائل الامام احمد	احمد بن حنبل	۲۴۱ھ	المکتب الاسلامی بیروت	۱۹۸۱ء
المستدرک	ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری	۴۰۵ھ	دار المکتبۃ العلمیہ بیروت	
مسند ابوداؤد طیالسی	ابوداؤد طیالسی	۲۰۴ھ	دار ہجر، بیروت	۱۹۹۹ء
مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	۲۴۱ھ	موسسۃ الرسالہ	۲۰۰۱ء
مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر بن ابی شیبہ	۲۳۵ھ	مکتبۃ الرشد ریاض	۱۴۰۹ھ
المغنی	ابن قدامہ حنبلی	۶۲۰ھ	مکتبۃ القاہرہ	۱۹۶۸ء
معالم السنن	احمد بن محمد خطابی	۳۸۸ھ	المطبعۃ العلمیۃ حلب	۱۹۳۲ء
المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد طبرانی	۳۶۰ھ	دار الحرمین قاہرہ	
المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد طبرانی	۳۶۰ھ	مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ	۱۹۹۴ء
معجم ابن الاعرابی	ابوسعید بصری	۳۴۰ھ	دار ابن الجوزی سعودیہ	۱۹۹۷ء
موسوعۃ الالبانی فی العقیدہ	ناصر الدین البانی	۱۴۲۰ھ	مرکز النعمان یمن	۲۰۱۰ء
الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ			دار السلاسل کویت	۱۴۲۷ھ

الموافقات	ابراہیم بن موسیٰ شاطبی	۷۹۰ھ	دار ابن عفان	۱۹۹۷ء
المواہب اللدنیہ	احمد بن محمد قسطلانی	۹۲۳ھ	المکتبۃ التوفیقیہ قاہرہ	
مؤطا امام مالک	امام مالک	۱۸۹ھ	المکتبۃ العلمیۃ	۲۰۰۴ء
میزان الاعتدال	شمس الدین ذہبی	۷۴۸	دار المعرفہ، بیروت	۱۹۶۳ء
النفقۃ علی العیال	ابن ابی الدنیا	۲۸۱ھ	دار القیم، دمام	۱۹۹۰ء
النکت والعیون	ابوالحسن علی الماوردی	۴۵۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت	
نیل الاوطار	محمد بن علی شوکانی	۱۲۵۰ھ	دار الحدیث، مصر	۱۹۹۳ء

ہماری مطبوعات

ترکِ رفعِ یدین
(اردو، ہندی)

فرقۂ مرجیۂ وہابیہ
(اردو، ہندی)

ننگے سر نماز پڑھنا کیسا؟
(اردو، ہندی)

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا
(اردو)

شہادت امام حسن رضی اللہ عنہ
(اردو)

نماز میں آہستہ آمین کہنا
(اردو)

لقب امام اعظم
(اردو)

پیغام انسانیت
(اردو، ہندی، انگریزی)

فسق یزید
(اردو، انگریزی)

تشہد میں انگلی ہلانا
(اردو)

اظہار المنظوم
(اردو)

حبیب الفتاویٰ
(اردو)

ہیڈ آفس

۱۰۴، کرشمہ اپارٹمنٹ، اگروال اسٹیٹ، جوگیشوری (ویسٹ) ممبئی-400058

www.ahlesunnatresearchcentre.com

info@ahlesunnatresearchcentre.com

/AhleSunnatResearchCentre